بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماھنامہ

# انوار مدینہ


| شمارہ : ۱۱ | ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ / نومبر ۲۰۰۹ء | جلد : ۱۷ |
|---|---|---|



| سیّد مسعود میاں | سیّد محمود میاں |
|---|---|
| نائب مدیر | مدیر اعلٰی |



**بدلِ اشتراک**

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے......... سالانہ ۲۰۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات..... سالانہ ۷۵ ریال

بھارت، بنگلہ دیش ............ سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ ............ سالانہ ۲۰ ڈالر

امریکہ ............ سالانہ ۲۵ ڈالر



**جامعہ مدنیہ جدید کا اِی میل ایڈریس**

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

**ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے**

دفتر "انوارِ مدینہ" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ MCB (0954) 7914-2

**فون نمبرات**

جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35330311

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310

فون/فیکس : 042 - 37703662

رہائش "بیت الحمد" : 042 - 36152120

موبائل : 0333 - 4249301



مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

## اس شمارے میں


| | | |
|---|---|---|
| حرفِ آغاز | | ۳ |
| درسِ حدیث | حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ | ۵ |
| ملفوظات شیخ الاسلام ؒ | حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکوی ؒ | ۱۰ |
| صرف اِمام اَور منفرد ہی کا سورۂ فاتحہ پڑھنا.... | حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ | ۱۲ |
| حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا | حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب ؒ | ۱۹ |
| تربیتِ اَولاد | حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی ؒ | ۲۴ |
| ماہِ ذی الحجہ کے فضائل واَحکام | جناب مولانا مفتی محمد رضوان صاحب | ۲۶ |
| گلدستۂ احادیث | حضرت مولانا نعیم الدین صاحب | ۴۰ |
| قربانی کے مسائل | حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب | ۴۵ |
| چار رَوز اُندلس میں | جناب مولانا ضیاء الحسن صاحب طیّب | ۵۱ |
| دینی مسائل | | ۵۶ |
| اخبار الجامعہ | | ۵۹ |

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

**نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!**

ملک عزیز پاکستان اِن دِنوں جن حالات سے دوچار ہے ماضی میں شاید ہی ایسے حالات سے دوچار ہوا ہو، مختلف قسم کے بحرانوں نے اِس کی کمر توڑ رکھی ہے، بجلی کا بحران، چینی کا بحران، پانی کا بحران، غربت، مہنگائی، بے روزگاری، اِحساسِ محرومی، قتل و غارت گری، چوری ڈاکے، ہر سطح پر پائی جانے والی کرپشن، جگہ جگہ دہشت گردوں کے حملے، حساس علاقوں میں خودکش دھماکے یہ سب ملک کا مقدر بن کر رہ گئے ہیں۔

سوچنے کا مقام ہے کہ آخر یہ سب کچھ کیوں ہے؟ سیدھی سی بات ہے یہ دُنیا دارالاسباب ہے یہاں کا ہر کام کسی نہ کسی سبب سے مربوط ہے، ملک میں پائی جانے والی بے چینی، بدامنی، بدحالی واَبتری ان سب کا اصل سبب یہ ہے کہ حکمران ہوں یا عوام سب نے اللہ کی ذات سے تعلق توڑ کر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے دُشمنوں سے ناطہ جوڑ لیا ہے، عوام نے بے حیائی و بے غیرتی کی اِنتہا کر دی ہے، حکمرانوں نے شرم وحیا کو بالائے طاق رکھ کر اَور ملکی مفاد سے بے پرواہو کر غیروں سے بھیک مانگنے کے لیے کاسۂ گدائی ہاتھ میں لے رکھا ہے، یہود ونصارٰی چند ڈالر دینے کے لیے حکمرانوں کو ننگی کا ناچ نچوا رہے ہیں، جو وہ کہتے ہیں ہمارے حکمران وہی کچھ کرتے ہیں۔

ملک کی خارجہ پالیسی ہو یا داخلی اُمور، دفاعی معاملات ہوں یا معاشی و اقتصادی سب پر اُن کا کنٹرول ہے، یہی چیز ہے جس نے ملک و قوم کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے اَور ملک کی نیا ڈوبتی نظر آرہی ہے۔ جب تک ہمارے عوام اور حکمران اللہ کی طرف رجوع نہیں کریں گے اور اللہ اور اُس کے رسول کے دشمنوں سے پیچھا نہیں چھڑائیں گے یہ حالات نہیں بدلیں گے۔ شاعر نے سچ کہا ہے ؎

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

عوام الناس اور حکمرانوں کو چاہیے کہ اپنے عارضی عیش و عشرت اور طمع و لالچ کو چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع کریں۔ اللہ کے حضور میں سچی و عملی استغفار کریں اِس طرح ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمارے حالات کو بدل دیں اور ہمیں سُکھ اور چین نصیب ہو جائے۔ وماعلینا الا البلاغ المبین۔

**جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور**

(۱) زیرِ تعمیر مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے مجوزہ دَارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) اَساتذہ اور عملہ کے لیے رہائش گاہیں

(۴) کتب خانہ اور کتابیں

(۵) زیرِ تعمیر پانی کی ٹنکی کی تکمیل

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

مولای صل وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلهم

حضرتِ اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

# اِسلام میں اِنسان کی معیشت کے لیے مکمل ہدایات
## حرام اَور ناپاک چیزوں سے علاج کا حکم
## عذابِ قبر اور پیشاب ۔ اِنسانی پیشاب ہندوؤں کا آبِ حیات

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

( کیسٹ نمبر 60 سائیڈ A 1986 - 07 - 18 )

**الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد !**

رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اِرشاد فرمایا : اِنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دَوا دونوں ہی نازل فرمائیں اُتاریں بتلائیں وَجَعَلَ لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءً اور ہر بیماری کے لیے اللہ تعالیٰ نے دَوا رکھ دی فَتَدَاوَوْا تم دَوا کرو دَوا کا استعمال کرو مگر وَلَا تَدَاوَوْا بِحَرَامٍ [1] حرام چیز سے علاج نہ کرو، وہ منع ہو گیا۔ حرام چیز ایک تو وہ ہوتی ہے جو کھانی حرام ہے اَور ایک وہ ہوتی ہے کہ جو ناپاک بھی ہو، دو ہو گئیں چیزیں تو ایسی چیزوں سے علاج کھانے پینے کا دُرست نہیں ہے، لگانے کی بات ہو سکتی ہے۔

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ کچھ لوگ آئے عُرَیْنَہ کے وہ عُرانی لوگ مدینہ طیبہ میں رہے پھر کہنے لگے کہ ہمیں تو یہاں کی آب و ہوا رَاس نہیں آئی ہم لوگ تو جنگلوں میں رہتے ہیں دیہات میں رہتے ہیں کھلی آب و ہوا میں رہتے ہیں یہ شہر ہے تو ہمیں تو اِس سے شکایت ہو گئی جسمانی جیسے خارش ہو خشکی ہو۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۸

رسول کریم علیہ الصلوة والتسلیم کو علاج اللہ کی طرف سے اِن کا بتلایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہاں فلاں جگہ ہمارے اُونٹ ہیں وہاں تم لوگ جا کے قیام کرو تو اُن کا دُودھ پیو اور پیشاب [۱]

## ہندو اَور بچھڑے کا پیشاب :

اَور پیشاب مَلا جاتا تھا ویسے تو غیر مسلم قومیں پی بھی لیتی ہیں جیسے بچھڑے ( گائے کا بچہ ) کے پیشاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ جگر کی بیماریوں کا علاج ہے بہت بڑا نہایت ہی عمدہ، اِس طرح کی چیزیں ہیں کچھ۔تو ہندو جو گائے کی تعظیم کرتے ہیں وہ ممکن ہے اُس کے پیشاب کو پیشاب کی چھینٹوں کو اور اُس کے گوبر کو ناپاک نہ سمجھتے ہوں جب وہ ایک مقدس چیز ہوئی تو اُس کے جو فضلات ہیں وہ بھی مقدس سمجھے جاتے ہوں یہ کوئی بعید نہیں ہے، بہرحال تھا علاج ایسے۔

## اُونٹ کا دُودھ اَور پیشاب، علاج کی نوعیت :

کچھ حضرات تو کہتے ہیں کہ پیشاب بھی پیا جاتا تھا اُونٹ کا اَور دُودھ بھی اور اِمام طحاوی رحمة اللہ علیہ نے اور دُوسرے لوگوں نے جو روایت کی ہے وہ یہ لکھی ہے کہ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ كَانُوْا يَسْتَنْشِقُوْنَ بِهَا یا كَانُوْا يَسْتَنْشِفُوْنَ بِهَا . يَسْتَنْشِفُوْنَ کا مطلب تو یہ ہوگا کہ اُس کے ذریعے سے زخموں کی خشکی چاہتے تھے اِس کو علاج سمجھتے تھے علاج کے لیے وہ مَل لیتے تھے تاکہ زخم خشک ہوجائے اَور اِسْتِنْشَاقٌ اگر ہے تو اِسْتِنْشَاقٌ ناک میں پانی دینے کو کہتے ہیں ناک میں بھی وہ دیتے تھے ہوسکتا ہے زخم اِسی قسم کے ہوتے ہوں اُن کو تکلیف اِسی طرح کی ہوئی ہو کہ اُس میں اُنہیں ناک میں دینا پڑا۔رسولِ کریم علیہ الصلوة والتسلیم نے اُن کو اُدھر بھیج دیا کہ جاؤ وہاں اُونٹ ہیں اُن کا دُودھ پیو اَور پیشاب بھی استعمال کرو تو پیشاب کا اِستعمال خارجی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ منع نہیں ہے اُس سے فائدہ ہوسکتا ہے۔

## دَاد کی بیماری کا عجیب علاج :

لوگ کہتے ہیں کہ '' دَاد '' [۲] ( یا دَھدّر ) اگر کہیں ہوجائے تو اُس جگہ دہی کا پانی لگادیں اَور کتا وہ چاٹے تو وہ دَاد ٹھیک ہوجاتے ہیں، اَب کتے کا لعاب ناپاک ہے وہ تو لگے گا لیکن یہ دوا دُرست ہے منع نہیں ہے اَب رسول اللہ ﷺ نے جو علاج بتلایا ہوگا غالبًا اہلِ اِسلام میں وہ چلا آرہا ہے اَور عرب کہتے ہیں '' بَوْ ''

---

[۱] بخاری شریف ص ۳۶ [۲] پھنسیوں کے وہ چھتے جو فسادِ خون کے باعث جسم پر ظاہر ہوجاتے ہیں اور اُن میں کھجلی ہوتی ہے۔

آج کل تو رہا نہیں وہ طریقۂ علاج لیکن ایک دو نسل پہلے وہ علاج تھا اور بَرّ تو کہتے ہیں جنگل کو تو وہاں چلے گئے۔ اِس کا مطلب لوگ سمجھتے تھے کہ وہاں وہ اِس لیے گئے ہیں کہ اُونٹ کا دُودھ پئیں اُونٹ کا دُودھ کچھ تو دیر ہضم ہوتا ہے یا دست آور ہوتا ہے بہرحال اُس سے اُن کو مسہل لینے مقصود ہوتے تھے اَور اتنے دِن وہ پیا جاتا تھا کہ اَجابت میں دُودھ ہی خارج ہونے لگے تب یہ سمجھتے تھے کہ یہ سب مادّے خارج ہوگئے اَور یہ آدمی اچھا ہوگیا تو جنابِ رسول اللہ ﷺ نے یہاں جو اِرشاد فرمایا ہے لَا تَدَاوَوْ بِحَرَامٍ حرام چیز سے علاج نہ کرو اَور اُس میں دونوں چیزیں شامل ہیں ایک وہ چیزیں ہیں کہ جو ناپاک تو نہیں ہیں مگر کھائی نہیں جاتیں جیسے مٹی جیسے ریت ناپاک تو نہیں ہے لیکن یہ کہ کھانی مٹی تو وہ منع ہے۔

## آبِ حیات، ہندوؤں کا اپنا پیشاب پینا :

دُوسری صورت وہ یہ ہے کہ جس کا پینا یا کھانا صراحتًا منع آگیا تو اُس سے دَوا نہ کرو، یہ جو وہاں ہندوستان کا وزیر اعظم تھا پہلے ''مُرارجی ڈیسائی'' وہ اَب بھی پیشاب پیتا ہے اپنا پیشاب اَور کہتا ہے (یہ آبِ حیات ہے اور) اِس میں بہت فائدے ہیں اَور اکثیری چیز ہے۔ میں نے دیکھا اُس زمانے میں آپ کو یاد ہوگا کہ جب اُس کا بیان آیا تو اُس کی اسمبلی میں اُس کے ہمنوا کئی ایک نکل آئے کہ ہم بھی پیتے ہیں۔

## حدیث کا مطلب ہر آدمی نہیں سمجھ سکتا، مسلمانوں کی شرمناک حالت :

تو اُس زمانے میں مسلمانوں کی کمزوری کی بات دیکھیں حالت کہ یہی مضمون شائع ہوا اَور اُس میں پیشاب کے استعمال کے لیے اِسی حدیث سے جو میں نے ابھی سنائی آپ کو عُرَنیوں کی اِستدلال کیا گیا اَور اِنہیں شرم نہ آئی کیونکہ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ جو حدیث ہمیں سمجھ آجائے بس وہ کافی ہے حالانکہ یہ بات نہیں ہے بلکہ خاص چیز یہ ہے اِسلام میں کہ حدیث پر عمل کیسے کیا گیا رسول اللہ ﷺ نے ایک اِرشاد فرمایا صحابۂ کرامؓ اِسے کیا سمجھے پھر عمل کیسے کیا، آگے کیسے بتلایا اُنہوں نے اَور یہ خصوصیت مذہبِ اسلام میں ہے اور کسی مذہب میں نہیں ہے۔ تو اِنہوں نے ایک تو یہ دیکھی اُونٹ کے پیشاب والی روایت اَور اُس پر قیاس کرلیا خود ہی اَور خود ہی لکھ ڈالا اَور وہ انگریزی اخبارات میں شائع ہوا مجھے دکھایا لوگوں نے کہ یہ ایسے ہے۔ میں نے کہا کہ اَب اِس جہالت کا کیا علاج ہے اَور اِتنے مرعوب ہونے کا جس کا ذہن ہو کہ ایک ہندو پی رہا ہے اپنا پیشاب تو تم اُس کے لیے اِسلام میں بھی گنجائش نکالنے چلو کہ مذہب میں بھی یہ ہے اور حدیث میں اُونٹ کا پیشاب پینے کا علاج آیا

ہے علاج میں وہ استعمال ہوا ہے اور بغیر علماء سے رجوع کیے کیونکہ علماء کے سامنے تو تمام حدیثیں ہیں۔

## اِنسان کا پیشاب اَور عذابِ قبر :

اِنسان کا پیشاب تو بالکل ناپاک ہے اَور حدیث شریف میں آتا ہے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ ایک جگہ سے گزرے وہاں دو قبریں تھیں تو اِرشاد فرمایا **یُعَذَّبَانِ وَمَا یُعَذَّبَانِ فِی کَبِیْرٍ** اِن دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے لیکن ایسے بڑے کام میں نہیں ہے کہ جو مشکل ہوتا آسان سا ہی کام تھا آدمی بچنا چاہتا تو بچ سکتا تھا بے پرواہی کی ہے تو اُس میں پھنس گئے ہیں، بات کیا تھی **اَمَّا اَحَدُھُمَا فَکَانَ لَایَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِہٖ** اور کہیں آتا ہے **لَایَسْتَنْزِہُ مِنْ بَوْلِہٖ** ایک کا تو قصور یہ ہے کہ وہ اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا یعنی چھینٹیں آگئی ہیں کہیں لگ گیا ہے پیشاب تو پرواہ نہیں کرتا تھا، ناپاک ہے نہیں دھویا بے احتیاطی کرتا تھا اَور دُوسرا **کَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَۃِ** وہ اِدھر کی بات اُدھر اُدھر کی اِدھر لگا کے فساد اور جھگڑے کھڑے کرتا تھا تو اُس میں یہ خرابی تھی تو اِن دونوں کو عذاب ہے اَور اِس وجہ سے ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک شاخ لی اور اُس کے دو ٹکڑے فرمائے اور پھر ایک اِس پر لگا دیا اور ایک اُس پر لگا دیا اور فرمایا کہ اِن کے اُوپر سے عذاب شاید کم ہوجائے اور شاید کا ترجمہ نہیں کیا جاتا، قرآن پاک یا حدیث میں جہاں شاید آتا ہے اُس کو کہتے ہیں کہ وہ یقینی ہوا کرتا ہے تو گویا معنٰی یہ ہوا کہ جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی تو اِن کو عذاب نہیں ہوگا تخفیف ہوجائے گی عذاب میں **لَعَلَّہٗ یُخَفَّفُ عَنْھُمَا مَا لَمْ یَیْبَسَا** یا **مَالَمْ تَیْبَسَا**[1] جب تک خشک یہ نہ ہوں۔ دُوسری روایت میں آتا ہے کہ میں نے دُعاء کی ہے اَور میری دُعاء اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی ہے اَور جب تک یہ تر رہیں گیں اُس وقت تک اِنہیں عذاب نہ ہوگا۔ اَور علماء لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ بات بعید ہے کہ ایک دفعہ عذاب موقوف کردیں اور پھر شروع کردیں یہ اُس کی شانِ کریمی کے لائق نہیں ہے لٰہذا جب ایک دفعہ عذاب موقوف ہوگیا ہوگا اُن کا، تو موقوف رہا ہوگا۔

رسولِ کریم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم نے پیشاب کو جو اِنسان کا ہے اُس کو ایسے فرمایا ہے اَور یہ لکھنے بیٹھ گئے اَور یہ مضمون چھاپ ڈالا وہ ہزاروں لاکھوں تک پہنچتا ہے تقریبًا، یہ اخبارات لاکھوں تک پہنچتے ہیں فضول گمراہی یا تشویش میں ڈال دیا اِنہوں نے، تو دَوا کے بارے میں اِرشاد فرمایا گیا کہ دَوا کرسکتے ہو لیکن

---

[1] بخاری شریف ص ۳۴

لَا تَدَاوَوْ بِحَرَامٍ حرام چیز استعمال نہ کرو دَوا میں یعنی کھانے پینے میں۔

دُوسرے ایک اَور ہے حدیث شریف اُس میں پھر یہ آتا ہے کہ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنِ الدَّوَاءِ الْخَبِیْثِ [1] جو خبیث دَوا ہو یعنی نَجس دَوا ہو اُس سے منع ہی فرمایا ہے تو بہتر تو یہی ہے کہ نجاست کے ذریعہ خارجی علاج بھی نہ کرے آدمی، بچنا ہی چاہیے کپڑے ناپاک ہوں گے پھر بعض چیزوں میں دھونا ہی نہیں ہوتا کافی دیر رُکنا پڑتا ہے ناپاک رہیں گے پسینہ آئے گا وہ اِدھر اُدھر لگے گا وغیرہ وغیرہ بہت ساری خرابیاں آسکتی ہیں تو سب سے بہتر چیز تو یہی ہے کہ نہ کیا جائے لیکن اگر ایسی صورت پیش آجاتی ہے جیسے میں نے مثال دی کہ '' دَاد '' کے لیے کہتے ہیں دہی لگادو اَور کُتے سے چٹوادو تو اُس کے لعاب میں خدا نے ایسی تاثیر رکھی ہے کہ شفا ہو جاتی ہے۔ اَور یہ بات بہت مشہور ہے کہ کُتے کے کہیں زخم ایسی جگہ اگر ہو جائے جہاں اُس کی زبان نہ پہنچ سکے وہ ٹھیک ہونا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ ہاں جہاں زبان پہنچتی ہے وہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ بلّی کا بھی یہی ہے اُس کے لعاب میں شفاء اللہ نے رکھی ہے وہ بھی اِسی طرح سے چاٹتی رہتی ہے صاف کرتی رہتی ہے اَور فائدہ ہوتا رہتا ہے مرہم کا کام دیتا جاتا ہے۔

تو آقائے نامدار ﷺ نے ہمارے واسطے دُنیاوی معیشت کی چیزیں بھی ذکر فرمائی ہیں اَور یہ دلیل ہے اِس بات کی کہ اِسلام رہبری کے لیے مذہبِ کامل ہے اِس میں کوئی کمی نہیں ہے تو اِنسانی زندگی کے لیے ضرورتوں کے لیے یہ مذہب نہایت مکمل ہے کوئی شعبہ اِس کی رہبری سے اَور ہدایت سے خالی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعمالِ صالحہ کی توفیق عطاء فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعا ............

## وفیات

گزشتہ ماہ درج ذیل حضرات وفات پاگئے : خوشاب کے جناب حاجی ایوب نیازی صاحب، جامعہ جدید کے مدرس مولانا عبدالباسط صاحب کی بھاوج، جامعہ کے خادم منظر عباس کے ماموں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب کرایا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۳۸۸

# ملفوظات شیخ الاسلام

# حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

﴿ مرتب : حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکویؒ ﴾

☆ محمد بن عبدالوہاب اَور اُس کی جماعت کو میں نہیں بلکہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الردّالمحتار حاشیہ دُرِمختار میں جو کہ فقہ حنفی میں نہایت مستند اور مفتیٰ بہ کتاب ہے، جلد ثالث ص ۳۳۹ میں یہی لکھا ہے، صاحب ردّالمحتار علامہ شامیؒ چونکہ اُسی طرف کے رہنے والے اور اُسی زمانہ کے ہیں ۱۲۳۳ھ میں جبکہ محمد بن عبدالوہاب کی جماعت نے حجاز پر قبضہ اَور تسلط کیا ہے، وہ حج کے لیے مکہ معظمہ گئے ہیں جیسا کہ اُنہوں نے جلد اوّل ص ۶۷۴ میں تصریح کی ہے، پس وہ جس قدر محمد بن عبدالوہاب اَور اُس کی جماعت سے واقف ہیں زمانہ بعد میں ہونے والے اِتنے واقف نہیں ہو سکتے۔ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز بہت بعد کے لوگوں میں ہندوستان کے باشندہ ہیں اُن کو اِس قدر اِس جماعت کے اَحوال معلوم نہیں ہیں چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۴ میں اِس کی تصریح فتویٰ میں موجود ہے اور ص ۸ میں عبارت اِس کی تحسین میں لکھی گئی ہے وہ محض سنی سنائی باتوں پر مبنی ہے۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز اِس کتاب شامی پر بہت زیادہ اعتماد فرماتے تھے عموماً اُن کے فتاویٰ اِسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔

☆ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاسم صاحب قدس سرہ العزیز کی طرف جو مضمون اِنکار ختم نبوت زمانی کی نسبت کیا گیا ہے بالکل جھوٹ اَور اِفتراء ہے۔ حضرت مولانا مرحوم تو جناب رسول اللہ ﷺ کے متعلق تین قسم کی خاتمیت ثابت کرتے ہیں، خاتمیت ذاتی (مرتبی) خاتمیت مکانی اور خاتمیت زمانی کو قطعی ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو اِس کا منکر ہے وہ کافر ہے، دائرہ اسلام سے خارج ہے جس کے معنٰی یہ ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا زمانۂ نبوت تمام انبیاء سے آخر میں واقع ہوا ہے، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے جو شخص اِس کو نہ مانے اور اِنکار کرے وہ مسلمان نہیں ہے۔

☆ حضرت مولانا کی تحریرات میں متعدد مقام پر آپ ﷺ کی خاتمیت زمانی کا زور شور سے

اِقرار کیا گیا ہے اور آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کے امکان کا سختی سے اِنکار موجود ہے دیکھو مناظرہ عجیبہ وغیرہ۔ رسالہ تحذیر الناس میں عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا مرتبہ تمام انبیاء سے اُونچا اور آخری ہے۔آپ ﷺ سے اُوپر کسی نبی کا مرتبہ نہیں ہے اور آپ ﷺ کا زمانہ سب سے آخر ہے آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور اِسی طرح آپ ﷺ کا مکان اور وہ زمین جس میں آپ ﷺ مبعوث ہوئے۔

احادیث صحیحہ قویہ دلالت کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور آخر زمانہ میں اُتریں گے اور جناب رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے متبع ہو کر قیام فرمائیں گے۔

☆ آیت اَلَمْ تَرَوْا کَیْفَ خَلَقَ اللّٰہُ میں گزارش یہ ہے کہ رؤیت کو آپ رؤیت بصری پر ہی کیوں منحصر فرماتے ہیں، رؤیت قرآنی محاورات اور محاوراتِ عرب میں دونوں قسم پر مستعمل ہوتا ہے، رؤیت قلبی بمعنٰی علم اور رؤیت عینی بمعنی بصر، ہر دو اِس کے معانی حقیقۃً بطورِ اشتراک ہیں ، اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ تَؤُزُّھُمْ اَزًّا وغیرہ آیات بکثرت وارد ہیں، کتاب التفسیر میں بخاری نے تصریح فرمائی ہے لہٰذا اگر آسمان سبعہ بذریعہ قوت بصر یہ مدرک نہیں تو علمیہ تو مدرک ہیں، اس لیے مخاطبت صحیح ہے۔

☆ کُلًّا نُّمِدُّ ھٰٓؤُلَآءِ وَھٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّکَ اہلِ دُنیا اور اور اہلِ آخرت کے لیے بشارت ہے، ہاں اگر اخلاص و محبت بھی ساتھ ہے تو دُنیا و آخرت دونوں میں کامیابی ہوتی ہے وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَۃَ وَسَعٰی لَھَا سَعْیَھَا وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ کَانَ سَعْیُھُمْ مَّشْکُوْرًا اِس کے لیے شاہد عدل ہیں

☆ قومیں نسل، مذہب، وطن، پیشوں وغیرہ سب سے بنتی ہیں اِس لیے اِن میں منافات نہیں ہے کہ ایک جماعت کسی حیثیت سے دُوسری جماعت کی ہم قوم بھی ہو،قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام اور مسلمانوں کو کفار کا ہم قوم ایک دو جگہ نہیں بلکہ ستر اَسی جگہ قرار دیا گیا ہے،اِس لیے مسلمانانِ ہند بحیثیت وطنیت جو کہ یورپین لسان (زبان) میں مدار علیہ نیشن کا ہے، دیگر اقوام ہندیہ کے ہم قوم ہیں ،مگر بحیثیت مذہب مغائر ہیں، بحیثیت نسل خود مسلمانوں میں بہت سی قومیں ہوں گی جن میں سے متعدد قومیں غیر مسلم قوموں سے بھی نسلی بنا پر متحد ہو جائیں گی جیسے راجپوت، جاٹ وغیرہ بہر حال مسلمان ہم قوم برادران وطن بھی ہیں اور غیر بھی۔

علمی مضامین سلسلہ نمبر ۳۵ ، قسط : ۱

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

# صرف امام اَور منفرد ہی کا سورۂ فاتحہ پڑھنا اَور اُس کے دلائل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

**الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیّدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین.**

جامعہ مدنیہ کے بعض طلبہ نے مجھے ابوخالد عبد الوکیل محمد عبد الحق ہاشمی کی تحریر دِکھائی جو اُنہوں نے مکہ مکرمہ سے بعض لوگوں کی تائید سمیت لکھی ہے۔ اِس میں امام اعظم ابوحنیفہ النعمان علیہ الرحمۃ والرضوان کے مسلک پر رَد لکھا گیا ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ مسئلے کوئی نئے نہیں ہیں اَور ابوخالد صاحب کے پیروکاروں کا فرض تو یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کو اِتحاد اَور آپس میں محبت کی دعوت دیں اَور یہ کہ سب مسلمانوں کو یکجا کر کے اُنہیں جہاد پر آمادہ کریں نہ یہ کہ اُن کی تکفیر تفسیق تضلیل کر کے یکجا شدہ مسلمانوں میں اِنتشار و تفریق پیدا کریں حالانکہ جو کچھ کعبہ مکرمہ میں ہوا اَور افغانستان میں جو دَردناک مصائب و آلام پیش آرہے ہیں وہ اُن کے سامنے ہیں۔ لہٰذا میں نے اِس قسم کی بحث میں اُلجھنے سے اعراض کیا لیکن مفسدوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ سکوت کو ضعف پر محمول کرتے ہیں اَور فتنہ اُبھارنے سے باز نہیں آتے اِس لیے میں نے اِرادہ کیا کہ حنفی حضرات کی دلیلیں لکھ دُوں اَور اِن لوگوں کے دلائل کا رَدّ نہ لکھوں۔

پہلا مسئلہ جو اُن لوگوں نے لکھا ہے یہ ہے کہ اُنہوں نے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی رُو سے جو بخاری شریف میں مرفوعًا آئی ہے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنی واجب بتلائی ہے لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ

یَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ اَور کہا ہے کہ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا امام مقتدی اَور منفرد سب پر ہر نماز میں جہری ہو یا سرّی فرض ہے اَور حنفی علماء اِس حدیثِ پاک سے یہ استدلال دُرست نہیں قرار دیتے جس کی وجہ اَور بہت مفصل بحثیں سب حنفی حضرات کے رسالوں اَور کتابوں میں پہلے سے موجود ہیں ہر عالم جانتا ہے۔

غرض یہ لوگ ایسا مسئلہ سامنے لائے جس کو چودہ سو سال گزر گئے اَور شروع ہی سے یہ چلا آرہا ہے کہ کچھ حضرات پڑھتے آئے اَور کچھ منع کرتے آئے ہیں اَور اگر اِن حضرات کو شمار کیا جائے تو جن حضرات نے قراءت خلف الامام سے منع کیا ہے وہ تعداد میں بھی زیادہ ہیں اَور علم و عمل میں بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ قرنِ اوّل سے آج تک یہی حال چلا آرہا ہے کیونکہ حنفی حضرات ہی قراءت خلف الامام سے منع کرتے ہیں اَور جب مسلمانانِ عالم کو شمار کیا جائے تو یہ لوگ اُن کا دوثُلث (۲/۳) حصہ بنیں گے اَور مسلمانوں کے بقیہ مذاہب پر چلنے والے صرف ایک ثُلث (۱/۳) ہوں گے کیونکہ مسلمانانِ ہند، پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان، ترکیہ، بخارا اَور برما وغیرہ سب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار ہیں اَور باقی ممالک میں دُوسرے ائمہ کے پیروکاروں میں بھی وہ موجود ہیں حنفی حضرات ہی کے مدرسے پورے عالم میں زیادہ بڑے دینی مدارس ہیں۔ ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش میں صاف نظر آتا ہے۔ اِن ہی کے علماء کی تعداد مسلم علماء میں زیادہ ہے اِن ہی کا علم تفسیر حدیث فقہ اَور اُن کے اُصول کے بارے میں زیادہ وسیع ہے۔ اور اِن ہی میں وہ اَولیاءِ کبار بھی ہیں جنہوں نے پورے عالم میں دین پھیلایا جیسے ہمارے علاقہ میں حضرت شاہ معین الدین (چشتی اجمیری)، حضرت مجدّد سرہندی شاہ ولی اللہ (دہلوی)، اُن کے اَبناءِ کرام علماء دیوبند اور شاہ محمد الیاس صاحب مؤسس جماعت تبلیغ یہ سب اُن لوگوں میں داخل ہیں جو قراءت خلف الامام نہیں کرتے۔ مسلمانوں میں کوئی بھی یہ جرأت نہیں کرسکتا کہ اِن حضرات کو گمراہ قرار دے سوائے اِس کے کہ جو خود گمراہ ہو۔

اِسی طرح اِس کے برعکس بھی حکم ہوگا مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے آج تک کے پیروکار اور وہ پیروکار جو قیامت تک آنے والے ہیں اُن کے بارے میں کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ یہ کہہ سکے کہ یہ غلطی پر ہیں یا گمراہ ہیں کیونکہ یہ حضرات صحابۂ کرامؓ اور اُن کی روایات پر عمل پیرا ہیں جیسے کہ حنفی حضرات اور قراءت خلف الامام سے منع کرنے والے اَسلاف بھی صحابۂ کرامؓ کے عمل اور جناب رسول اللہ ﷺ سے اُن کی روایات پر عمل کررہے ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا ہے "مَااَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ"

کہ فرقۂ ناجیہ وہ لوگ ہیں جو اُس راہ پر چلیں جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ تو یہ سب باوجود اختلاف کے ایک ہی فرقہ ہیں جو خدا کے نزدیک نجات پانے والا ہے۔ اور یہ سب ہدایت پر ہیں اور اِن کا اختلاف رحمت ہے تو جو شخص اِن دو میں سے کسی کو بھی باطل قرار دینے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے علم کا ثواب ضائع کر رہا ہے خواہش نفس کی پیروی کر رہا ہے اور تعدّی کرتا ہے۔

ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاوی میں اِن لوگوں کے بارے میں کہ جن کی رائے ہے کہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنا چاہیے رَد کرتے ہوئے لکھا ہے :

ابوداؤد نے کہا میں نے محمد بن یحیٰی بن فارس سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ فَانْتَھَی النَّاسُ (لوگ رُک گئے) یہ زہریؒ کی بات ہے (نہ کہ حدیث) اور امام بخاریؒ سے بھی اِسی طرح نقل کیا گیا ہے (کہ اُنہوں نے بھی یہی کہا ہے) اور یہ جب کلامِ زہری ہے تو یہ نہایت ہی قوی دلیل ہے کہ صحابۂ کرام جہر کی صورت میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں پڑھا کرتے تھے کیونکہ زہریؒ اپنے زمانہ کے اُن سب سے بڑے لوگوں میں سے ہیں جو عالم بالسنّت تھے اور صحابۂ کرام کا رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قراءت کرنا اگر شریعت میں ہوتا واجب یا مستحب اِن میں سے کسی بھی حیثیت سے تو یہ اُن عام احکام میں ہوتا جسے عام صحابۂ کرام اَور تابعین بِاِحْسَانٍ جانتے ہوتے تو زہریؒ ضرور اِس مسئلہ سے سب سے زیادہ واقف ہوتے، اگر زہری سرے سے یہ مسئلہ کبھی بیان ہی نہ کرتے تب بھی یہ قراءت خلف الامام کی نفی کی دلیل ہوتی چہ جائیکہ جب زہری قطعی طور پر یہ بتلا رہے ہوں کہ صحابۂ کرام جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے جہری نمازوں میں نہیں پڑھا کرتے تھے۔'' (فتاویٰ کبرٰی ابنِ تیمیہ ص ۱۷۱ ج۲ )

ابن تیمیہؒ نے ایک مقام پر لکھا ہے :

''نیز جہر سے مقصود یہ ہے کہ مقتدی غور سے سُنیں اِسی لیے (جن ائمہ کے نزدیک آمین بالجہر ہوتی ہے وہ) امام کے پڑھنے پر جہری میں آمین کہتے ہیں نہ کہ سری میں۔ تو جب وہ امام کی طرف سے ہٹ کر اپنے پڑھنے میں مشغول ہوگا تو (گویا اللہ تعالیٰ نے) امام کو

ایسے لوگوں کو پڑھ کر سُنانے کا حکم دیا ہے جو اُس کی قراءت کی طرف کان نہ لگائیں اَور امام بمنزلہ اُس شخص کے ہوگا جو ایسے آدمی سے بات کر رہا ہو جو اُس کی بات نہ سنتا ہو اَور ایسے لوگوں کو خطبہ دے رہا ہو جن میں کوئی اُس کا خطبہ نہ سنتا ہو اَور یہ ایسی سفاہت ہے کہ شریعت اِس سے پاک ہے اَور اِسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ جو آدمی خطبہ کے وقت بات کرتا ہو وہ اُس گدھے کی طرح ہے جو کتابیں لادے ہو۔ تو بالکل اِسی طرح اُس وقت بھی ہوگا کہ جب وہ پڑھ رہا ہو اَور امام اُسے سُنا رہا ہو۔'' ( فتاویٰ کبریٰ ابنِ تیمیہ ۱۷۳، ۱۷۴ ج۲ )

اَور امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے :

''اصحابِ حدیث نے یہ مسلک اختیار کیا ہے کہ جب امام جہرًا پڑھ رہا ہو تو مقتدی نہ پڑھے اَور اُنہوں نے کہا ہے کہ امام کی خاموشی کی پیروی کرے (جب امام وقفہ کرے تو اُس سکوت کے وقت پڑھ لے)۔'' ( ترمذی شریف ص ۴۲ بَابُ مَا جَاءَ فِیْ تَرْکِ الْقِرَاءَ ةِ خَلْفَ الْاِمَامِ اِذَا جَهَرَ بِالْقِرَاءَ ةِ ).

میں عرض کرتا ہوں کہ یہ اِس لیے ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''جب قرآنِ پاک پڑھا جائے تو اُسے توجہ سے سنو اَور خاموش رہو'' اَور جنابِ رسول اللہ ﷺ کا اِرشاد صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ''جب امام پڑھے تو تم متوجہ ہو کر خاموش رہو''۔ یہ روایت صحیح مسلم میں ہے اَور ابنِ ابی شیبہؒ نے اپنے مُصَنَّفْ میں سندِ صحیح سے یہ روایت دی ہے (حوالہ اَور سند عربی متن میں ہے) کہ ''امام اِس لیے ہوتا ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے، جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اَور جب وہ پڑھے تو تم متوجہ ہو کر خاموش رہو''۔ حافظ نیمویؒ نے اِس حدیث کو حدیثِ صحیح قرار دیا ہے۔ ( آثار السنن ص ۸۶ ج ۱)

اَور امام نسائیؒ نے اِسی سند سے اَور ایک دُوسری سند سے بھی یہ روایت دی ہے۔ اَور اِس کے لیے ایک باب باندھا ہے عنوان ہی آیت کی تفسیر کا ہے: '' بَابُ تَاوِیْلِ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ''.

آپ یہ دیکھیے کہ ابنِ تیمیہؒ کے فتوے سے اَور اصحابِ حدیث کے قول سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ سلف

میں کوئی بھی جہری نماز میں امام کے ساتھ نہیں پڑھا کرتا تھا اَور یہ ابو خالد عبدالوکیل صاحب اَور اُن کے مؤیدین مذاہبِ سلف سے واقف نہیں ہیں اَور انہوں نے دُوسری جانب کی صحیح مرفوع حدیثوں کو بالکل نظر اَنداز کر دیا اِسی طرح اِنہوں نے کراہت قراءت خلف الامام کے آثار کو بھی نہیں دیکھا اَور ہم اِنشاء اللہ یہ بیان کریں گے۔

چنانچہ صحیح و مرفوع احادیث میں سے وہ روایات بھی ہیں جو ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمائی ہیں کہ موطا امام محمدؒ میں ہے جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

''جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو یقیناً امام کا پڑھ لینا ہی مقتدی کا پڑھنا ہے''

مسندِ احمد بن منیع میں ہے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

''جس نماز پڑھنے والے کا امام ہو تو امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے''

یہی روایت عبداللہ بن حمید نے دُوسری سند سے مرفوعًا نقل کی ہے۔

ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی پہلی حدیث کی سند شرطِ مسلم پر صحیح ہے :

یہ حضرات سفیان، شریک، جریر اَور ابوالزبیر ہیں جنہوں نے اِس حدیث کو صحیح سندوں سے مرفوعًا روایت کیا ہے لہٰذا اِن حضرات [1] کو اُن لوگوں میں شمار کرنا باطل ہے جنہوں نے روایت مرفوعًا نہیں دی۔ (بلکہ اِنہوں نے روایت جنابِ رسول اللہ ﷺ سے مرفوعًا نقل کی ہے)۔(فتح القدیر ص ۲۳۹ ج ۱)

احمد بن منیع امام بخاری کے اُستاد ہیں صحیح بخاری میں ص ۸۴۸ پر ج ۲ میں اِن سے انہوں نے روایت دی ہے۔ اِسی طرح اسحاق اَزرق سے ص ۲۲۴ ج ۱ میں اَور موسٰی بن ابی عائشہ سے ص ۱۰۱۸ پر جلد دوم میں روایات دی ہیں یہ سب رجالِ بخاری ہیں۔

اِس روایت کو ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مُصَنَّف میں صحیح سند سے جنابِ رسول اللہ ﷺ سے مرفوعًا روایت کیا ہے کہ : ''جس آدمی کا امام ہو تو امام کا پڑھ لینا مقتدی کا پڑھ لینا ہے'' (مصنف ص ۳۷۷ ج ۱)۔ اِس روایت میں ابوالزبیر آتے ہیں یہ محمد بن مسلم المکی ہیں اِن سے امام بخاری نے اپنی صحیح ص ۲۹۱ پر روایت دی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہی فتویٰ بھی دیا ہے جیسے کہ امام ترمذیؒ نے یہ روایت سندِ صحیح سے دی

---

[1] جیسے کہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے جزء القراءت میں یہ کہا ہے۔

ہے کہ وہب بن کیسان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے سنا کہ :

''جس شخص نے کوئی رکعت ایسے پڑھی کہ اُس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی ہو تو اُس کی نماز نہیں ہوئی سوائے اِس کے کہ وہ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو۔'' (جامع الترمذی بَابُ مَا جَاءَ فِی الْقِرَاءَ ةِ خَلْفَ الْاِمَامِ اِذَا جَهَرَ بِالْقِرَاءَ ةِ)

اِس سے صاف واضح ہورہا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ یہ جانتے تھے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''اُس آدمی کی نماز نہیں ہوئی جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی'' اور یہ بھی جانتے تھے کہ یہ حکم اُس وقت ہے جب وہ امام کے پیچھے نہ نماز پڑھ رہا ہو۔ ہاں جب وہ امام کے پیچھے ہو تو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :

''یہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی ہیں اِنہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے اِرشاد مبارک کہ ''جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اُس کی نماز نہیں ہوئی'' کے یہ معنٰی بتلائے ہیں کہ یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ جب کوئی تنہا نماز پڑھ رہا ہو''۔ (ترمذی ص ۴۲)

منجملہ روایات کے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت بھی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کا اپنا آخری عمل یہی تھا کہ آپ نے خود سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اور نماز میں امام کے پڑھ لینے کو کافی جانا ہے یہ واقعہ اُس نماز کا ہے جو آنحضرت ﷺ نے اپنے مرضِ وفات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی۔ یہ روایت امام احمدؒ نے اپنی مسند میں دی ہے کہ :

(۱) ''جنابِ رسول اللہ ﷺ جب تشریف لائے تو وہاں سے پڑھنا شروع فرمایا کہ جہاں تک ابوبکر رضی اللہ عنہ پڑھ چکے تھے۔'' (مسندِ احمد ص ۳۵۵ ج ۱)

یہ حدیث صحیح السند ہے۔

(۲) اور اِسی سند سے انہوں نے یہ روایت ص ۳۵۶ ج ۱ پر بھی دی ہے۔

(۳) اور ص ۲۳۲ ج ۱ میں مفصل الفاظ میں دی ہے کہ :

''جب جنابِ رسول اللہ ﷺ علیل ہوئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ لوگوں کو نماز

پڑھائیں پھر آپ نے اپنی تکلیف میں تخفیف محسوس کی تو باہر تشریف لائے جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی تشریف آوری محسوس کی تو چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اِنہیں اِشارہ فرمایا (رَوکا) اَور ابوبکرؓ کی بائیں جانب تشریف فرما ہو گئے اَور اُس آیت سے آپ نے پڑھنا شروع کیا کہ جس آیت تک ابوبکر پڑھ چکے تھے۔''

یہ حدیث بھی صحیح السند ہے۔

حافظ ابنِ حجرؒ نے اَرقم بن شرحبیل کے حالات بیان کر کے لکھا ہے :

''میں کہتا ہوں کہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اِن کی حدیث سے استدلال کیا ہے اَور ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اَور اَرقم ثقہ ہیں اور جلیل القدر۔ (تہذیب التہذیب ص ۱۹۸ ج ۱)

(۴) یہ روایت ابنِ ابی شیبہؒ نے بھی لکھی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''جنابِ رسول اللہ ﷺ اپنے مرض کے دَوران جب ابوبکرؓ کے پاس تشریف لائے تو آپ نے اُس جگہ سے پڑھنا شروع کیا جہاں تک ابوبکر پہنچے تھے۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۹۴ ج ۲)

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت اپنی کتاب مشکل الآثار میں ص ۲۸ پر دی ہے اَور شرح معانی الاثار میں '' بَابُ صَلَاةِ الصَّحِيْحِ خَلْفَ الْمَرِيْضِ '' میں بیان فرمائی ہے اِن حضرات کے علاوہ محدثین کرام کی ایک جماعت نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ ابن ماجہ نے (اپنی سنن میں) اور دارِ قطنی نے ابن الجارود نے (اَلْمُنْتَقٰی میں) اور ابو یعلیٰ اور بزاد نے اپنی اپنی مسندوں میں، ابن سعد نے طبقات میں، طبری نے اپنی تاریخ میں اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں۔

اِن روایات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز میں شامل ہوئے تو آپ نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اگر آپ پڑھتے تو جہراً پڑھتے کیونکہ نماز جہری تھی بلکہ آپ نے اُس آیت سے پڑھنا شروع کیا ہے جہاں تک ابوبکرؓ پڑھتے پڑھتے پہنچے تھے اَور یہ آنحضرت ﷺ کا آخری عمل ہے اِسے ہی اختیار کیا جائے گا جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا آخر سے آخری عمل جو عمل ہوگا وہ لیا جائے گا۔ (بخاری ص ۴۱۵)۔ (جاری ہے)

اُمت ِمسلمہ کی مائیںؓ قسط : ۹

# حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری ﴾

## ایک بہت بڑا بہتان اور اللہ جلَّ شانہٗ کی طرف سے براءت کا اعلان :

حدیث شریف کی کتابوں میں اَور خصوصاً بخاری شریف میں یہ واقعہ غیر معمولی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے کہ جب حضرت رسول کریم ﷺ غزوہ بنی المصطلق کے لیے تشریف لے گئے تو بیویوں میں قرعہ ڈالا کہ کس کو ساتھ لے جائیں۔ نتیجۃً اُمہات المؤمنین میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام نکل آیا اور معمول یہ تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ہودج (پردہ دار شغدف) میں سوار ہو جاتی تھیں اور اِس ہودج کو اُٹھا کر اُونٹ پر رکھ دیا جاتا تھا۔

غزوہ سے فراغت کے بعد مدینہ طیبہ کو واپس ہوتے ہوئے ایک رات یہ واقعہ پیش آیا کہ قافلہ ایک منزل میں ٹھہرا اَور آخر شب میں (روانہ ہونے سے کچھ پہلے) اعلان کیا گیا کہ قافلہ روانہ ہونے والا ہے (تاکہ لوگ اپنی اپنی ضرورتوں سے فارغ ہو کر روانگی کے لیے تیار ہو جائیں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قضائے حاجت کی ضرورت تھی۔ اس سے فراغت کے لیے جنگل کی طرف ذرا فاصلہ پر چلی گئیں۔ وہاں اِتفاقاً اُن کا ہار ٹوٹ کر گر گیا جس کے گرنے کا وہاں پتہ نہ چلا۔ اپنی جگہ پر واپس آئیں تو گلے میں ہار نہ پا کر اُس جگہ واپس گئیں جہاں ہار گرا تھا۔ اِس کی تلاش میں اُن کو دیر لگ گئی جب واپس اپنی جگہ پہنچیں تو دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے جس اُونٹ پر سوار ہوا کرتی تھیں اُس کا قصّہ یہ ہوا کہ جب قافلہ روانہ ہونے لگا تو معمول کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہودج یہ سمجھ کر کہ وہ اِس میں موجود ہیں اُونٹ پر سوار کر دیا گیا۔ اُٹھاتے وقت ذرا بھی اِس اَمر کا شبہ نہ ہوا کہ اِس میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نہیں ہیں کیونکہ وہ جسم کے اعتبار سے بھاری نہ تھیں۔ معمولی خوراک کھاتی تھیں بدن میں معمولی سا بوجھ تھا اِس کی وجہ سے ہودج اُٹھانے والوں کو یہ اَندازہ ہی نہ ہوا کہ ہودج خالی ہے۔ چنانچہ اُونٹ کو ہانک دیا گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی جگہ واپس آکر قافلہ کو نہ پایا۔ میں قافلہ کے پیچھے دوڑنے یا اِدھر اُدھر تلاش کرنے کے بجائے اپنی جگہ چادر اُوڑھ کر بیٹھ گئی اور خیال کیا کہ جب آنحضرت ﷺ کو یہ معلوم ہوگا کہ میں ہودج میں نہیں ہوں تو مجھے اِسی جگہ تلاش فرمالیں گے۔ اگر اِدھر اُدھر کہیں اَور جگہ جاتی ہوں تو تلاش میں مشکل ہوگی۔ اِس لیے اپنی جگہ چادر میں لپٹ کر بیٹھ گئی آخر رات کا وقت تھا نیند کا غلبہ ہوا وہیں لیٹ کر آنکھ لگ گئی۔

صَفْوَان بن مُعَطّل رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ نے اِس خدمت کے لیے پہلے سے مقرر فرما رکھا تھا کہ وہ قافلہ کے پیچھے رہیں اور قافلہ روانہ ہونے کے بعد گری پڑی جو کوئی چیز رہ گئی ہو اُس کو اُٹھا کر محفوظ کر لیا کریں۔ اِس منزل سے پہلے جس جگہ منزل کی تھی وہ وہاں سے آرہے تھے۔ سفر کرتے ہوئے صبح کے وقت اُس جگہ پہنچے جہاں میں موجود تھی۔ ابھی روشنی پوری نہ ہوئی تھی اُنہوں نے دُور سے اِتنا دیکھا کہ کوئی آدمی پڑا سو رہا ہے۔ قریب آئے تو اُنہوں نے مجھے پہچان لیا کیونکہ اُنہوں نے پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے مجھے دیکھا تھا۔ مجھے پہچان کر (اور جنگل بیابان میں تنہا دیکھ کر) اُنہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اِس کے پڑھنے کی آواز کان میں پہنچی تو میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے فوراً اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھک لیا۔ خُدا کی قسم اُنہوں نے مجھ سے ایک بات بھی نہیں کی اور نہ میں نے کوئی کلمہ سوائے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کے سُنا۔ اِس کے بعد حضرت صفوان رضی اللہ عنہ اپنی اُونٹنی میرے قریب لائے اور اُونٹنی بٹھا دی اور پشت پھیر کر کھڑے ہوگئے۔ میں اُونٹنی پر سوار ہوگئی۔ اِس کے بعد اُونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے آگے آگے چلتے رہے حتی کہ دوپہر کے وقت وہاں پہنچ گئے جہاں لشکر ہم سے پہلے پڑاؤ ڈال چکا تھا بس کچھ لوگوں نے بُری بات کی تہمت لگا دی اَور اِسے اُچھالنا شروع کر دیا تہمت کے لگانے اَور اُچھالنے میں سب سے بڑا حصہ عبداللہ بن اُبَیّ ابنِ سَلُول کا تھا (جو منافقوں کا سردار تھا)۔

لشکر وہاں سے روانہ ہوا اور سفر سے واپس لشکر مدینہ منورہ پہنچا مدینہ پہنچ کر میں ایک ماہ تک بیمار رہی۔ اِس عرصے میں تہمت لگانے والوں کی باتوں کا لوگوں میں چرچا ہوتا رہا اور مجھے کچھ خبر نہ ہوئی۔ اَلبتہ اِس عرصہ میں یہ بات کھٹکتی تھی کہ حضورِ انور ﷺ اِس سے قبل میری بیماری میں جس لطف و مہربانی کا برتاؤ فرماتے تھے آج کل اُس لطف و مہربانی کا اَنداز نہیں ہے بس یہ ہوتا تھا کہ آپ گھر میں تشریف لاتے اَور سلام فرماتے

پھر (مجھے خطاب کیے بغیر) دُوسروں سے دریافت فرماتے تھے کہ اِس کا کیا حال ہے؟ مجھے یہ چیز کھٹکتی تھی اور تہمت والی بات کا مجھے پتہ نہ تھا اوّل تو مرض پھر آنحضرت علیہ السلام کی بے اِلتفاتی، اس کی وجہ سے میں بہت کمزور ہوئی اِسی دوران ایک رات کو مِسْطَح رضی اللہ عنہ صحابی کی والدہ اُم مِسْطَح کو ساتھ لے کر میں نے قضاء حاجت کے لیے باہر جانے کا اِرداہ کیا کیونکہ اُس وقت گھروں میں بیت الخلاء بنانے کا رواج نہ تھا اَور عورتیں صرف رات کو قضائے حاجت کے لیے باہر جاتی تھیں۔ جب میں قضائے حاجت سے فارغ ہو کر مسطح کی والدہ کے ساتھ گھر کی طرف آنے لگی تو اُن کا پاؤں چادر میں اُلجھ گیا جس کی وجہ سے وہ گر پڑیں، اُس وقت اُن کی زبان سے یہ کلمہ نکلا تَعِسَ مِسْطَحٌ یعنی مسطح ہلاک ہو۔ ماں کی زبان سے اپنے بیٹے کے لیے بددُعا کا کلمہ سن کر مجھے بڑا تعجب ہوا۔ میں نے کہا کہ یہ بہت بُری بات ہے تم ایک نیک آدمی کو بُرا کہتی ہو جو غزوۂ بدر میں شریک تھا یعنی اُن کا بیٹا مسطح۔

اِس پر اُنہوں نے تعجب سے کہا کہ بیٹی کیا تجھے خبر نہیں کہ (میرا بیٹا) مسطح کیا کہتا پھرتا ہے۔ میں نے پوچھا کیا کہتا ہے؟ اِس پر اُنہوں نے تہمت والی بات سنائی۔ یہ سن کر میرا مرض اَور بڑھ گیا۔ جب میں گھر واپس آئی اور حسبِ معمول رسول اکرم علیہ السلام تشریف لائے تو سلام کیا اَور اُسی طریقہ پر مزاج پرسی فرمائی کہ اِس کا کیا حال ہے۔ میں نے آنحضرت علیہ السلام سے اِجازت طلب کی کہ اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں۔ آپ علیہ السلام نے اِجازت دے دی، وہاں جانے سے میرا مقصد یہ تھا کہ والدین سے اِس معاملہ کی تحقیق کروں میں نے جا کر والدہ سے پوچھا۔ اُنہوں نے تسلی دی کہ بیٹا! تجھ جیسی عورتوں کے دُشمن ہوا کرتے ہیں اور ایسی چیزیں اُس عورت کے لیے پیش آیا کرتی ہیں جو اپنے شوہر کے نزدیک حسن و جمال میں حیثیت رکھتی ہو۔ اگر اُس کی نظریں چڑھی ہوئی ہوں تو سوکنوں کی طرف سے کثرت سے ایسی چیزیں پیش آتی ہیں لہٰذا زیادہ فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں معاملہ یوں ہی رفع دفع ہو جائے گا۔ میں نے کہا سبحان اللہ! لوگوں میں اِس کا چرچا ہو چکا ہے میں اِس پر کیسے صبر کروں؟ میں ساری رات روتی رہی، نہ میرے آنسو تھمے نہ آنکھ لگی۔

حضور اکرم علیہ السلام بھی چونکہ اِس خبر کے پھیلنے سے بہت غمگین تھے اور اِس بارے میں اَب تک کوئی وحی نازل نہ ہوئی تھی اس لیے آپ علیہ السلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے (جو دونوں گھر ہی کے آدمی تھے) مشورہ لیا کہ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے؟ حضرت اُسامہ بن زیدؓ نے تو کھل

کر عرض کیا جہاں تک ہمارا علم ہے ہمیں عائشہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں اُن کی کوئی بات ایسی نہیں جس سے بدگمانی کی راہ پیدا ہو۔ آپ اِن افواہوں کی کچھ پرواہ نہ فرمائیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے (آپ کو غم و اِضطراب سے بچانے کے لیے) یہ مشورہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کچھ تنگی نہیں فرمائی، عورتیں اور بہت ہیں اور گھر کی باندی سے تحقیق فرمالیں۔ چنانچہ سرور عالم ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ گچھ فرمائی (جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں) اُنہوں نے عرض کیا کہ اَور تو کوئی بات عیب کی مجھے اُن میں نظر نہیں آئی سوائے اِس کے کہ وہ نوعمر لڑکی ہے بعض اَوقات آٹا گوندھ کر سو جاتی ہے بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے بھی دریافت فرمایا۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں اپنے کانوں اور آنکھوں پر تہمت نہیں دھرتی ہوں (کہ خواہ مخواہ تہمت لگانے والوں کے ساتھ شریک ہو جاؤں) اللہ کی قسم میں تو عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کی بیویوں میں ایک زینب ہی ایسی تھیں جو میرے مقابلہ میں فخریہ بات کرلیتی تھیں، اللہ جل شانہٗ نے اُن کے تقویٰ کی وجہ سے تہمت میں شریک ہونے سے بچالیا اور اُن کی بہن حَمنہ اِن کی وجہ سے مدمقابل بن کر کھڑی ہوگئی اور تہمت میں حصہ لے لیا۔

(اس کے بعد حدیث میں آنحضرت ﷺ کا مسجد میں خطبہ دینا اور تہمت گھڑنے والوں اور اَفواہ پھیلانے والوں کی شکایت فرمانا اور حاضرین کا سوال وجواب مذکور ہے) آگے کا قصّہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یوں بیان فرمایا کہ مجھے یہ سارا دن پھر دُوسری رات بھی روتے ہوئے گزری۔ صبح کو سویرے میرے والدین بھی میرے پاس آگئے اور میں اِس قدر رو چکی تھی کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ میرے والدین پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میرے پاس بیٹھ گئے اور جب سے یہ قصّہ پھیلا تھا اُس وقت سے آپ میرے پاس آکر نہ بیٹھے تھے اَور ایک ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا جس میں میرے اِس موجودہ معاملہ میں آپ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ اِس موقع پر آپ ﷺ نے خطبہ شہادت پڑھا اَور فرمایا کہ اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) مجھے تمہارے بارے میں یہ باتیں پہنچی ہیں اگر تم بری ہو تو ضرور اللہ تعالیٰ تمہیں بری کردیں گے (یعنی براءت کا اِظہار بذریعہ وحی نازل فرمادیں گے اور اگر تم سے کوئی لغزش ہوگئی ہے تو اللہ سے توبہ و اِستغفار کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کر کے توبہ کرلیتا ہے تو اللہ اُس کی توبہ قبول فرما

لیتے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنا کلام پورا فرمالیا تو میرے آنسو بالکل خشک ہو گئے حتی کہ میں نے محسوس کیا کہ آنکھوں میں ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ میں نے اپنے والد حضرت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی بات کا جواب دیجئے اِس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عذر پیش کیا کہ میں کیا کہہ سکتا ہوں پھر میں نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ آپ جواب دیجئے۔ اُنہوں نے بھی عذر کر دیا کہ میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ اب مجبور ہو کر مجھے ہی بولنا پڑا میں ایک کم عمر لڑکی تھی اَب تک قرآن بھی زیادہ نہیں پڑھ سکی تھی (اُس وقت اِس رنج وغم اور انتہائی صدمہ میں جبکہ اچھے اچھے عقلاء کے لیے بھی معقول بات کرنا آسان نہیں ہوتا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو کچھ فرمایا وہ اُن کی ہوش مندی عقل مندی اور ہمت ومتانت کا ایک نمونہ ہے)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ اَور اپنے والدین سے مخاطب ہوتے ہوئے عرض کیا کہ بخدا مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ آپ حضرات نے اِس بات کو سنا اور سنتے رہے ہیں یہاں تک کہ آپ کے دِل میں یہ بات بیٹھ گئی اَور آپ نے اِس کی (عملاً) تصدیق کر دی۔ اَب اگر میں کہتی ہوں کہ میں اِس سے بری ہوں تو آپ حضرات میری تصدیق نہ کریں گے اَور اگر میں ایسے کام کا اعتراف کر لوں جس سے میرا بری ہونا اللہ جل شانہٗ کو معلوم ہے تو آپ حضرات مان لیں گے۔ واللہ! اَب میں اپنے اور آپ حضرات کے بارے میں کوئی مثال بجز اِس کے نہیں پاتی جو یوسف علیہ السلام کے والد نے اپنے بیٹوں کی غلط بات سن کر فرمائی تھی کہ میں صبرِ جمیل اختیار کرتا ہوں اَور اللہ سے اِس معاملے میں مدد طلب کرتا ہوں جو تم بیان کر رہے ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اِتنی بات کہہ کر میں وہاں سے ہٹ کر اپنے بستر پر جا لیٹی، واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتی تھیں کہ مجھے یقین تھا کہ جیسا کہ میں فی الواقع بری ہوں اللہ تعالیٰ ضرور میری براءت کا اظہار فرمادیں گے لیکن یہ ذرا بھی خیال نہ تھا کہ میرے اِس معاملہ میں کلام اللہ کی آیات نازل ہوں گی جو ہمیشہ تلاوت کی جائیں گی کیونکہ میں اپنی حیثیت اِس سے بہت کم سمجھتی تھی۔ مجھے یہ اُمید تھی کہ آنحضرت ﷺ کوئی ایسا خواب دیکھ لیں گے جس میں اللہ جل شانہٗ کی جانب سے میری براءت ظاہر کر دی جائے گی۔ (جاری ہے)

قسط : ۱۰

# تربیتِ اَولاد

﴿ اَز افادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ ﴾

زیرِنظر رسالہ ''تربیتِ اولاد'' حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے افادات کا مرتب مجموعہ ہے جس میں عقل ونقل اور تجربہ کی روشنی میں اَولاد کے ہونے ، نہ ہونے ، ہوکر مرجانے اور حالتِ حمل اور پیدائش سے لے کر زمانۂ بلوغ تک رُوحانی وجسمانی تعلیم وتربیت کے اِسلامی طریقے اورشرعی احکام بتلائے گئے ہیں۔ پیدائش کے بعد پیش آنے والے معاملات ،عقیقہ، ختنہ وغیرہ اُمورتفصیل کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں، مرد عورت کے لیے ماں باپ بننے سے پہلے اور اُس کے بعد اِس کا مطالعہ اولاد کی صحیح رہنمائی کے لیے انشاء اللہ مفید ہوگا۔ اِس کے مطابق عمل کرنے سے اَولاد نہ صرف دُنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی بلکہ ذخیرۂ آخرت بھی ثابت ہوگی اِنشاء اللہ۔ اللہ پاک زائد سے زائد مسلمانوں کو اِس سے استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

## پیدائش کے بعد بچہ سے متعلق ضروری ہدایات :

دستور ہے کہ مٹی بیسن سے بچہ کو غسل دیتے ہیں اِس کے بجائے نمک کے پانی سے غسل دیں اور تھوڑی دیر بعد خالص پانی سے نہلائیں تو بہت سی بیماریوں سے جیسے پھوڑا پھنسی وغیرہ سب سے حفاظت رہتی ہے لیکن نمک کا پانی ناک یا کان یا منہ میں نہ جانے پائے۔ اگر بچہ کے بدن میں میل زیادہ معلوم ہو تو کئی روز تک نمک کے پانی سے غسل دیں۔ اور اگر میل نہ بھی ہو تو تب بھی چلہ بھر تک تیسرے چوتھے دن خالص پانی سے غسل دے دیا کریں اور غسل کے بعد تیل مل دیا کریں (سرد موسم میں احتیاط رَکھیں)۔ اگر بچہ کی چار پانچ مہینہ تک تیل کی مالش رکھیں تو بہت مفید ہے۔

بچہ ایسی جگہ رکھیں جہاں بہت روشنی نہ ہو زیادہ روشنی سے اُس کی نگاہ کمزور ہوجاتی ہے۔ بچہ کو زیادہ دیر تک ایک کروٹ پر لیٹے ہوئے کسی چیز پر نگاہ نہ جمانے دیں اِس سے بھینگا پن ہوجاتا ہے کروٹ بدلتے

رہیں۔ بچہ کو خراب دُودھ نہ پلائیں، اِس کی پہچان یہ ہے کہ ایک بوند دُودھ ناخن پر ڈال کر دیکھیں اگر فورًا بہہ جائے یا بہت دیر تک نہ بہے تو خراب ہے اَور اگر ذرا سا بہہ کر رہ جائے تو عمدہ ہے اَور جس دُودھ پر مکھی نہ بیٹھے وہ برا ہے۔ بچہ کو دُودھ دینے سے پہلے کوئی میٹھی چیز جیسے شہد یا کھجور چبائی ہوئی وغیرہ اُنگلی پر لگا کر اُس کے تالو میں لگائیں۔ اگر دُودھ چھاتیوں میں جم جائے اور تکلیف ہو اَور چھاتیوں میں کھچاؤ معلوم ہونے لگے تو فورًا علاج کرائیں۔ (بہشتی زیور)

## چھوٹے بچوں کو بالکل تنہا نہ چھوڑنا چاہیے :

ایک جگہ ایک عورت اپنا بچہ چھوڑ کر کہیں کام کو چلی گئی۔ پیچھے ایک بلی نے آکر اِس قدر نوچا کہ اِسی میں جان گئی۔ اِس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ بچہ کو تنہا نہ چھوڑنا چاہیے دُوسرے یہ کہ بلی کتے جانور کا کچھ اعتبار نہیں۔ بعض عورتیں بیوقوفی کرتی ہیں کہ بلیوں کو ساتھ سُلاتی ہیں اگر کسی وقت کہیں دھوکہ میں پنجہ دانت مار دے یا نرخرہ پکڑ لے تو کیا کرلوگی۔

## زَچہ (بچہ کی ماں) کو نجس اَور اَچھوت سمجھنا غلط ہے :

زچہ (یعنی جس عورت کے بچہ پیدا ہوا ہے) اُس کو بالکل نجس اور اَچھوت سمجھنا اُس سے الگ بیٹھنا، اُس کا جھوٹا کھا لینا یا جس برتن کو وہ چھولے اُس میں دھوئے مانجھے بغیر پانی نہ پینا۔ غرض یہ کہ بالکل بھنگن کی طرح سمجھنا یہ بھی محض لغو اَور بے ہودہ ہے۔ (بہشتی زیور)

## شوہر کو زَچہ کے قریب نہ آنے دینا :

یہ بھی ایک دستور ہے کہ پاک ہونے تک کم اَز کم پہلا نہان ہونے تک زچہ کے شوہر کو اُس کے پاس آنے نہیں دیتیں بلکہ اِس کو عیب اَور نہایت برا سمجھتی ہیں۔ اِس رسم کی وجہ سے بعض دفعہ بہت دِقت اَور حرج ہوتا ہے کہ کیسی ہی ضرورت ہو کیا مجال ہے کہ جو وہاں تک شوہر کی رسائی ہو جائے، یہ کون سی عقل کی بات ہے کبھی کوئی ضروری بات کہنے کی ہوئی اَور کسی اور سے کہنے کے قابل نہ ہوئی یا کچھ کام نہ سہی تب بھی شاید اُس کا دل اپنے بچے کو دیکھنے کے لیے چاہتا ہو۔ ساری دُنیا تو دیکھے مگر وہ نہ دیکھنے پائے یہ کیا لغو حرکت ہے۔ اچھے صاحب زَادہ تشریف لائے کہ میاں بیوی میں جدائی پڑ گئی ہے اِس بے عقلی کی بھی کوئی حد نہیں۔ (جاری ہے)

# ماہِ ذی الحجہ کے فضائل واَحکام

﴿ جناب مولانا مفتی محمد رضوان صاحب، راولپنڈی ﴾

## ماہِ ذی الحجہ کی فضیلت :

اِس مبارک مہینے میں اِسلام کا ایک اہم رُکن ''حج'' ادا ہوتا ہے اِس لیے اِس مہینے کو ذی الحجہ (یعنی حج والامہینہ) کہتے ہیں اور حج کے علاوہ اِس مبارک مہینے میں اِسلامی تہوار ''عید الاضحیٰ'' کی شکل میں ادا کیا جاتا ہے جس میں لاکھوں بندگانِ خدا بارگاہِ خداوندی میں قربانی کا نذرانہ پیش کرتے ہیں، اِس کے علاوہ یہ مہینہ عظمت وفضیلت والے مہینوں میں سے ہے جس میں عبادت کا خاص مقام ہے اور اِس مہینہ کا پہلا عشرہ تو بہت ہی فضیلت رکھتا ہے اور عرفہ (یعنی ۹ رذی الحجہ) کے دِن کی فضیلت کا تو ٹھکانا ہی نہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ط ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ . (سُورہ توبہ آیت ۳۶)

''یقیناً شمار مہینوں کا (جوکہ) کتابِ الٰہی (یعنی احکامِ شرعیہ) میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک (معتبر ہیں) بارہ مہینے (قمری) ہیں (اور کچھ آج سے نہیں بلکہ) جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان اَور زمین پیدا کیے تھے (اُسی روز سے اور) اِن میں چار خاص مہینے اَدب کے ہیں (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب) یہی (امرِ مذکور) دین مستقیم ہے (یعنی اِن مہینوں کا بارہ ہونا اور چار کا بالتخصیص اشھر حرم ہونا) سوتم اِن سب مہینوں کے بارے میں (دین کے خلاف کرکے جوکہ موجبِ گناہ ہے) اپنا نقصان مت کرنا۔'' (بیان القرآن ملخص)

عَنِ ابْنِ اَبِیْ بَكْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَلسَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا

مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلٰثٌ مُّتَوَالِيَاتٌ ذُوالْقَعْدَةِ وَذُوالْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِیْ بَيْنَ جُمَادٰی وَشَعْبَانَ . (صحیح بخاری فی التفسیر وبدء الخلق والتوحید والاضاحی واللفظ لهٗ. مسلم ومسند احمد)

''حضرت ابنِ ابی بکرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے (حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطبہ میں) اِرشاد فرمایا کہ (اِس وقت) زمانہ گھوم پھر کر اُسی حالت پر آ گیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا تھا (یعنی اَب اس کے دنوں اور مہینوں میں کمی زیادتی نہیں ہے جو جاہلیت کے زمانے میں مشرک کیا کرتے تھے۔ اب وہ ٹھیک ہوکر اُس طرز پر آ گئی ہے جس پر ابتداء اَور اصل میں تھی لہٰذا) ایک سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے، ان میں چار مہینے حرمت وعزت والے ہیں جن میں تین مہینے مسلسل ہیں یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور ایک رجب کا مہینہ ہے جو کہ جمادی الاخریٰ اَور ماہ شعبان کے درمیان آتا ہے۔''

## تشریح :

اِس آیتِ شریفہ اور حدیث شریف سے واضح ہوا کہ اِن مہینوں کی جو ترتیب اور اِن مہینوں کے جو نام (یعنی محرم، رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ) اِسلام میں معروف ومشہور اَور رائج ہیں وہ اِنسانوں کے اپنے بنائے ہوئے نہیں ہیں بلکہ ربُّ العالمین نے جس دن آسمان وزمین پیدا کیے تھے اُسی دن یہ ترتیب اور یہ نام اور اِن کے ساتھ خاص مہینوں کے خاص احکام بھی متعین فرمادیے تھے، اُن احکام کو اِن مہینوں کے مطابق رکھنا ہی دینِ مستقیم ہے اور اِن میں اپنی طرف سے کمی زیادتی اور ترمیم وتبدیلی کرنا فہم کے ٹیڑھے اور سوچ کے ناقص ہونے کی نشانی ہے اور اِن مہینوں میں اِن کے متعینہ احکام و احترام کی خلاف ورزی کرنا، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو چھوڑ دینا، کوئی گناہ کرنا اور عبادت میں کوتاہی کرنا اپنے اُوپر ظلم ہے۔

تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں سال کے بارہ مہینے مانے جاتے تھے اور اُن میں سے چار مہینے ''یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اَور رجب'' بڑے مبارک اور فضیلت وعظمت، ادب وشرافت، اعزاز واِکرام اور احترام والے مہینے سمجھے جاتے تھے، تمام نبیوں کی شریعتیں اِس بات پر متفق ہیں کہ اِن چار مہینوں میں ہر عبادت

کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اور اِن مہینوں میں کوئی گناہ کرے تو اُس کا وبال بھی زیادہ ہوتا ہے۔ حضور ﷺ سے پہلی شریعتوں میں اِن مہینوں کے اَندر جہاد وقتال بھی منع تھا۔ اِن چار مہینوں کو عربی زبان میں ''اَشْھُرِ حُرُمْ'' یعنی عظمت واحترام والے مہینے کہا جاتا ہے، اِن چار مہینوں کو عظمت واحترام والے مہینے دو وَجہ سے کہا گیا ہے، ایک تو اِس وجہ سے کہ اِن مہینوں میں جہاد وقتال حرام تھا دُوسرے اِس وجہ سے کہ یہ مہینے عظمت وفضیلت اور اَدب وشرافت والے ہیں اِن کا احترام ضروری ہے اور اِن مہینوں میں عبادت کا ثواب بھی زیادہ ملتا ہے۔ اِن دونوں میں سے پہلا حکم یعنی جہاد وقتال کا منع ہونا تو ہماری اسلامی شریعت میں منسوخ اور ختم ہو گیا اَور اب اِن مہینوں میں قتال و جہاد جائز ہے اور دُوسرا حکم یعنی ادب واحترام اور عبادت کا اہتمام اب بھی اسلام میں باقی ہے۔

مفسر اعظم امام ابوبکر جصّاص رحمہ اللہ اپنی تفسیر ''احکامُ القرآن'' میں فرماتے ہیں کہ اِن بابرکت مہینوں کی خاصیت یہ ہے کہ ان میں جو شخص کوئی عبادت کرتا ہے اُس کو بقیہ مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق اور ہمت ہوتی ہے، اسی طرح جو شخص کوشش کر کے اِن مہینوں میں اپنے آپ کو گناہوں اور بُرے کاموں سے بچا کر رکھے تو باقی سال کے مہینوں میں بھی اُس کو ان برائیوں اور گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے اِس لیے ان مہینوں سے فائدہ نہ اُٹھانا ایک عظیم نقصان ہے۔ (معارف القرآن، اَنوار البیان بتغیر)

ایک روایت میں ہے :

سَیِّدُ الشُّھُوْرِ شَھْرُ رَمَضَانَ وَاَعْظَمُھَا حُرْمَۃً ذُوالْحِجَّۃِ . (بزار، بیھقی فی شعب الایمان ، الجامع الصغیر ج ۴ رقم ۴۷۴۹)

''تمام مہینوں کا سردار رمضان کا مہینہ ہے اور تمام مہینوں میں زیادہ معظم ومکرم ذوالحجہ کا مہینہ ہے۔''

لہٰذا ذی الحجہ کے بابرکت مہینے کی قدر کرتے ہوئے گناہوں سے بچنے اور نیکی وتقوی کا اہتمام کرنا چاہیے۔ گزشتہ تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ ذی الحجہ کا مہینہ عظمت وشرافت والے مہینوں میں سے ہے جن کو عربی میں حرمت والے مہینے کہا جاتا ہے اَور اِن مہینوں میں عبادت وطاعت کی خاص فضیلت اِسلام میں اَب بھی باقی ہے اور روزہ بھی عبادت وطاعت میں داخل ہے، اس نقطۂ نظر سے اِس مہینہ میں روزہ رکھنا بھی باعث فضیلت

ہے اُور حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا بطورِ خاص بعض احادیث میں ذکر بھی ملتا ہے، نیز بعض محدثین وفقہاء کرام کی تصریحات سے بھی حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا مستحب ومندوب ہونا ثابت ہے۔

## ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی فضیلت :

ویسے تو ذی الحجہ کا پورا مہینہ ہی اپنی ذات میں خیر و برکت والا مہینہ ہے لیکن اِس مہینہ کا پہلا عشرہ خصوصیت کے ساتھ مزید فضیلت کا حامل ہے۔ قرآن پاک میں ہے :

وَالْفَجْرِ o وَلَیَالٍ عَشْرٍ o وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ o (سُورۂ فجر)

''قسم ہے فجر (کے وقت) کی اور (ذی الحجہ کی) دس راتوں (یعنی دس تاریخوں) کی (کہ وہ نہایت فضیلت والی ہیں کَذَا فُسِّرَ فِی الْحَدِیْثِ) اور جفت کی اور طاق کی (جفت سے مراد دسویں تاریخ ذی الحجہ کی اور طاق سے نویں تاریخ)۔'' (بیان القرآن)

تشریح : اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کئی چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کی قسم کھانے سے یقینی طور پر اُس چیز کا عظمت وفضیلت والی چیز ہونا ثابت ہوتا ہے۔

پہلی چیز جس کی قسم کھائی گئی '' فَجْر'' یعنی صبح صادق کا وقت ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اِس سے مراد ہر روز کی صبح ہو کہ وہ عالم میں ایک عظیم اِنقلاب لاتی ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ کی قدرتِ کاملہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اِس سے کسی خاص دن کی فجر مراد ہو۔ بعض مفسرین حضرات نے اِس سے خاص دس ذی الحجہ کی صبح مراد لی ہے، حضرت مجاہد اور حضرت عکرمہ رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت میں یہ قول منقول ہے۔ حضرت امام قرطبی رحمہ اللہ نے اِس تاریخ کے خاص ہونے کی ایک علمی وجہ بھی لکھی ہے جس کے مطابق دس ذی الحجہ کی صبح دُنیا کے تمام دنوں میں ایک خاص شان رکھتی ہے۔

دُوسری چیز جس کی قسم کھائی گئی ہے وہ '' وَلَیَالٍ عَشْرٍ'' دس راتیں ہیں۔ جمہور مفسرین ائمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت قتادہ، حضرت مجاہد، حضرت سُدّی، حضرت ضحاک، حضرت کلبی رحمہم اللہ کے نزدیک اِن دس راتوں سے مراد ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتیں ہیں کیونکہ حدیث میں اِن کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ ابوزبیر رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اِن دس راتوں کی تفسیر میں فرمایا کہ اِس سے مراد ذی الحجہ کا پہلا عشرہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ دس راتیں وہی ہیں جو

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں آئی ہیں وَاَتْمَمْنَاهَا بِعَشْرٍ (سورہ اعراف آیت ۱۴۲) کیونکہ یہی دس راتیں سال کے ایام میں افضل ہیں۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث سے ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کا تمام دنوں میں افضل ہونا معلوم ہوا اور اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی یہی دس راتیں ذی الحجہ کی مقرر کی گئی تھیں۔

تیسری اور چوتھی چیز جس کی قسم کھائی گئی ہے " وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ" ہے۔" شفع" کے لغوی معنی جوڑ کے ہیں جس کو اُردو میں جفت کہتے ہیں اور "وتر" کے معنی طاق اور فرد کے ہیں۔ قرآن کریم کے الفاظ میں یہ متعین نہیں کہ اِس جفت اور طاق سے کیا مراد ہے اِس لیے ائمہ تفسیر کے اقوال اِس میں بے شمار ہیں مگر خود مرفوع حدیث جو ابوزُبیرؒ نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے اُس کے الفاظ یہ ہیں :

(وَالْفَجْرِ ٥ وَلَيَالٍ عَشْرٍ) قَالَ هُوَ الصُّبْحُ وَعَشْرُ النَّحْرِ وَالْوَتْرُ يَوْمُ عَرَفَةَ وَالشَّفْعُ يَوْمُ النَّحْرِ . (قرطبی ج ۲۰ ص ۳۹)

"یعنی رسول اللہ ﷺ نے وَالْفَجْرِ ٥ وَلَيَالٍ عَشْرٍ کے متعلق فرمایا کہ "فجر" سے مراد "صبح" اور "عشر" سے مراد "عشرہ نحر" ہے (اور یہ عشرہ ذی الحجہ کا پہلا ہی عشرہ ہو سکتا ہے جس میں یومِ نحر یعنی ۱۰ ذی الحجہ شامل ہے) اور فرمایا کہ "وتر" سے مراد عرفہ کا دن اور "شفع" سے مراد یومِ نحر (دسویں ذی الحجہ) ہے۔"

امام قرطبی رحمہ اللہ نے اِس روایت کو نقل کر کے فرمایا کہ یہ اَسناد کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہے بہ نسبت دُوسری حدیث کے (معارف القرآن بتغیر)۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " مَا مِنْ اَيَّامٍ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهَا اَحَبُّ اِلَى اللّٰه عَزَّ وَ جَلَّ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ" يَعْنِىْ اَيَّامَ الْعَشْرِ، قَالَ قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاالْجِهَادُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ: "وَلَاالْجِهَادُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا رَجُلًا خَرَجَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَىْءٍ ." (صحیح بخاری ، ابوداؤد ، ترمذی ، ابن ماجه ، دارمی و مسند احمد ، الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۱۲۷)

''حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: ''کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ جس میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں اِن (ذی الحجہ کے) دس دنوں کے نیک عمل سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے بھی بڑھ کر ہے؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے بھی بڑھ کر ہے مگر وہ شخص جو جان اور مال لے کر اللہ کے راستے میں نکلے پھر اُن میں سے کوئی چیز بھی واپس لے کر نہ آئے'' (سب اللہ کے راستے میں قربان کردے اور شہید ہوجائے یہ اِن دِنوں کے نیک عمل سے بھی بڑھ کر ہے)۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ '' مَا مِنْ اَیَّامٍ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰہِ وَلَا اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنَ الْعَمَلِ فِیْھِنَّ مِنْ ھٰذِہِ الْاَیَّامِ الْعَشْرِ فَاَکْثِرُوْا فِیْھِنَّ مِنَ التَّھْلِیْلِ وَالتَّکْبِیْرِ وَالتَّحْمِیْدِ .'' (بیہقی ، مسند امام احمد ص ۱۶۸ ج ۲۰)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ '' مَا مِنْ اَیَّامٍ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰہِ وَلَا اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ الْعَمَلُ فِیْھِنَّ مِنْ اَیَّامِ الْعَشْرِ فَاَکْثِرُوْا فِیْھِنَّ مِنَ التَّسْبِیْحِ وَالتَّحْمِیْدِ وَالتَّھْلِیْلِ وَالتَّکْبِیْرِ'' (طبرانی فی الکبیر). (الترغیب ج ۲ ص ۱۲۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے یہاں اِن (ذی الحجہ کے) دس دنوں کی عبادت سے بڑھ کر عظیم اور محبوب تر کوئی عبادت نہیں لہٰذا اِن میں لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کثرت سے پڑھا کرو۔'' اور ایک روایت میں سُبْحَانَ اللّٰہِ کا ذکر بھی ہے۔

مذکورہ آیت کی تفسیر اور حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ذی الحجہ کے مہینہ کے پہلے دس دنوں کی بڑی فضیلت اور اہمیت ہے۔ دراصل یہ عشرہ حج کا عشرہ ہے اور اِن دنوں کا خاص عمل حج ہے لیکن حج مکہ معظّمہ جا کر ہی ہوسکتا ہے پس جو لوگ وہاں نہیں جاسکتے اُن کو اپنی جگہ رہتے ہوئے اِن دنوں میں خاص فضیلت عطا کردی

گئی ہے لہٰذا اِن مبارک دِنوں میں غیر ضروری تعلقات سے ہٹ کر اللہ جل شانہٗ کی عبادت اور اطاعت بہت لگن اور توجہ کے ساتھ کرنی چاہیے اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہنا اور ذکر وفکر، تسبیح وتلاوت، صدقہ، خیرات اور نیک اعمال میں کچھ نہ کچھ اضافہ کرنا اور گناہوں سے بچنا چاہیے نیز روزوں کا بھی جہاں تک ہوسکے اہتمام کرنا چاہیے۔

## ۹ ذی الحجہ کے روزے کے فضائل واحکام :

احادیث میں ۹ ذی الحجہ کے روزے کی بیش بہا فضیلت بیان کی گئی ہے، ایک روایت میں ہے :

عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ عَرَفَةَ قَالَ " یُکَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِیَةَ وَالْبَاقِیَةَ " (مسلم، مسند احمد، الترغیب و الترهیب ج ۲ ص ٦٧ تا ٦٩)

''حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرفہ (یعنی ۹ ذی الحجہ) کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا آپ ﷺ نے فرمایا (۹ ذی الحجہ کا روزہ رکھنا) ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہے۔''

تشریح : گناہوں کی دو قسمیں ہیں ایک کبیرہ (بڑے) گناہ دُوسرے صغیرہ (چھوٹے) گناہ، حدیث میں جن گناہوں کی بخشش کا ذکر ہے اُن سے صغیرہ گناہ مراد ہیں مگر صغیرہ گناہوں کی معافی بھی کوئی معمولی نعمت نہیں اور کبیرہ گناہوں کے بارے میں اُصولی وتحقیقی بات یہ ہے کہ وہ بغیر توبہ وندامت کے معاف نہیں ہوتے (البتہ اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ رحمت کا معاملہ فرمادیں تو الگ بات ہے) اور حقوق العباد حق ادا کیے بغیر یا صاحبِ حق کے معاف کیے بغیر معاف نہیں ہوتے (معارف القرآن ج ۲، سورہ نساء آیت ۳۱) اور سچی توبہ کے تین رُکن ہیں (۱) اوّل یہ کہ اپنے کیے پر ندامت اور شرمساری کا ہونا، حدیث میں اِرشاد ہے: اِنَّ التَّوْبَةَ مِنَ الذَّنْبِ اَلنَّدَمُ یعنی گناہ سے توبہ ندامت کا نام ہے (۲) دُوسرا رُکن توبہ کا یہ ہے کہ جو گناہ کیا ہے اُس کو فوراً چھوڑ دے اور آئندہ بھی اُس سے باز رہنے کا پختہ عزم واِرادہ کرے (۳) تیسرا رکن یہ ہے کہ فوت شدہ چیزوں کی تلافی کی فکر کرے یعنی جو گناہ سرزد ہو چکا ہے اُس کی جتنی تلافی اُس کے قبضہ میں ہے اُس کو پورا کرے خواہ وہ اللہ کے حقوق ہوں جیسے قضاء نمازیں، روزے، زکوٰۃ، حج، قربانی، صدقۂ فطر، قسم کا

کفارہ، جائز منت وغیرہ اِن کو حسبِ قدرت ادا کرے، فوت شدہ نمازوں اور روزوں وغیرہ کی صحیح تعداد یاد نہ ہو تو غور وفکر سے کام لے کر ایک اَندازہ متعین کرے پھر اُن کی قضاء کرے اور ادائیگی کا پورا اہتمام کرے، بیک وقت نہیں کر سکتا تو جتنا ہو سکے تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرے۔ اور خواہ بندوں کے حقوق ہوں جیسے قرض، میراث، کسی بھی قسم کا جانی و مالی نقصان اور ایذاء رسانی وغیرہ اُن کو ممکنہ حد تک ادا کرنے کی کوشش کرے یا حقدار سے معافی حاصل کرے۔ (معارف القرآن ج ۲ سورہ نساء آیت ۱۸)

☆ عرفہ کے دن کی فضیلت ہر شخص کو اُس ملک کی تاریخ کے اعتبار سے حاصل ہوگی جس ملک میں وہ شخص موجود ہے پس جو شخص کسی ایسے ملک میں ہے کہ وہاں کی تاریخ سعودی عرب سے ایک دن پیچھے ہے تو اُس ملک والے کے لیے سعودی عرب کی تاریخ کا اعتبار نہ ہوگا کہ سعودیہ میں دس ذی الحجہ یعنی بقر عید کا دن ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ عید الاضحیٰ ہر شخص اپنے ملک کی تاریخ کے اعتبار سے کرے گا اِسی طرح عرفہ بھی عید الاضحیٰ سے ایک دن پہلے شمار ہوگا۔

☆ بعض لوگ عرفہ کے دن کسی ایک مقام پر اکٹھے اور جمع ہونے کو ثواب سمجھتے ہیں اور عرفات میں حاجیوں کے اجتماع کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، اِس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں بلکہ بے بنیاد اور من گھڑت بات ہے لہٰذا اِس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ (ہدایہ، فتح القدیر)

☆ حجاجِ کرام کے حق میں عرفات میں عرفہ کے دن کا روزہ عام حالات میں مکروہ ہے تاکہ ضعف کی وجہ سے وقوفِ عرفات کے اعمال میں کمی واقع نہ ہو اَور غروب ہوتے ہی مزدلفہ کی طرف چلنا آسان رہے، البتہ جس حاجی کو اپنے بارے میں یقین ہو کہ روزہ رکھنے سے وقوفِ عرفات اور دُعائیں وغیرہ مانگنے اور سورج غروب ہونے کے فوراً بعد مزدلفہ روانگی میں کوئی خلل نہ ہوگا اُس کے لیے مکروہ نہیں بلکہ یہ روزہ اُس کے حق میں بھی مستحب ہوگا۔ (معارف السنن ج ٦ ص ۱۰۸، ۱۰۹۔ درس ترمذی ج ۲ ص ۵۸۸، ۵۸۹)

## تکبیرِ تشریق (۹ تا ۱۳ ذی الحجہ) :

جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ ذی الحجہ کا پورا مہینہ ہی عبادت وفضیلت والا مہینہ ہے اور اِس مہینہ کا پہلا عشرہ خاص طور پر فضیلت رکھتا ہے اِس میں عبادت، ذکر (تکبیر، تہلیل اور حمد یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وغیرہ) کی کثرت کرنی چاہیے پھر اِس میں بھی ۹ ر تاریخ سے لے کر ۱۳ ر تاریخ تک پانچ دنوں

میں تکبیر تشریق کی خاص تاکید اَور فضیلت ہے، اِن پانچ دنوں میں حجاج کرام کو بھی ذکر کی خاص تاکید کی گئی ہے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ (سورہ بقرہ آیت ۲۰۳) یعنی ''اور اللہ کو یاد کرو گنتی کے چند دنوں میں''۔ اِن چند دنوں سے مراد ایامِ تشریق ہیں جن میں ہر نماز کے بعد تکبیر کہنا واجب ہے (معارف القرآن، اَنوار البیان وغیرہ) حضرت عمر بن خطاب اور حضرت علی رضی اللہ عنہما وغیرہ سے اِن دِنوں میں تکبیر تشریق پڑھنا منقول ہے۔

یہ تکبیر '' اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ '' نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں ذی الحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے۔

## تکبیرِ تشریق کی حکمت :

اِن دنوں میں تکبیرِ تشریق کہنے کی حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت دِلوں میں پختہ ہو، جس ذات کی دِل میں عظمت ہوتی ہے آدمی اُس کے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے بلکہ اُس کے اِشاروں پر چلتا اور اُس کی چاہت کو مدّ نظر رکھ کر عمل کرتا ہے۔ بار بار مسلمانوں کو اِس طرف متوجہ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دِلوں میں بٹھائیں، اللہ تعالیٰ کے اَحکام کے مقابلے میں نفس و شیطان، رشتہ دار، دوست و احباب کسی کی بات نہ مانیں، عظمت و کبریائی صرف اللہ کے لیے ہے، اُسی کی اطاعت کریں، اُس کی اطاعت میں آنے والی ہر رُکاوٹ کا مقابلہ کریں۔ یہ حقیقت پیشِ نظر رکھ کر یہ تکبیرات کہنا چاہیے، پھر اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت دِل میں پیدا ہو رہی ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوٹ رہی ہے یا نہیں؟ اور آخرت کی فکر دل میں پیدا ہو رہی ہے یا دن بدن دُنیا کی ہوس اور محبت میں اضافہ ہو رہا ہے؟

## حج و قربانی : ماہِ ذی الحجہ کی خاص عبادت :

ذی الحجہ کے مہینے کی اِس سے بڑی اَور کیا فضیلت ہوگی کہ دو اہم عبادتیں جو سال بھر کے دُوسرے دِنوں میں انجام نہیں دی جا سکتیں اُن کو انجام دینے کے لیے اللہ نے اِس مہینے کو منتخب فرمایا۔ یہ دو عبادتیں ایسی ہیں کہ اِن اوقات کے علاوہ دُوسرے اوقات میں اگر اِن عبادتوں کو کیا جائے گا تو وہ عبادت ہی نہیں شمار ہوں گی۔

اِن میں سے ایک عبادت ''حج'' ہے۔ یہ ایسی عبادت ہے جو اِن دِنوں کے علاوہ دُوسرے دِنوں میں انجام نہیں دی جا سکتی۔ حج کے اَرکان مثلاً عرفات میں جا کر ٹھہرنا، مزدلفہ میں رات گزارنا، جمرات کی رمی

کرنا وغیرہ یہ اَرکان واعمال ایسے ہیں کہ اگر اِنہی دِنوں میں انجام دیا جائے تو عبادت ہے اور دِنوں میں اگر کوئی شخص عرفات میں دس دن ٹھہرے تو یہ کوئی عبادت نہیں۔ جمرات سال بھر کے بارہ مہینے تک منیٰ میں کھڑے ہیں لیکن دُوسرے دِنوں میں کوئی شخص جا کر اِن کو کنکریاں مار دے تو یہ کوئی عبادت نہیں۔ تو حج جیسی اہم عبادت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اِن ہی دِنوں کو مقرر فرما دیا ہے کہ اگر بیت اللہ کا حج اِن دِنوں میں انجام دو گے تو عبادت ہوگی اور اُس پر ثواب ملے گا ورنہ نہیں۔ لیکن دُوسری عبادتیں مثلاً پانچ وقت کی نماز اِنسانی فرائض میں سے ہے مگر جب چاہے نفل نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ رمضان میں روزہ فرض ہے مگر نفلی روزہ جب چاہے رکھیں۔ زکوٰۃ سال میں ایک مرتبہ فرض ہے مگر نفلی صدقہ جب چاہے اَدا کریں۔

## حج کے فضائل :

ذی الحجہ کے مہینہ کی پہلی خاص اور اہم عبادت حج ہے۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حج سے متعلق بھی چند باتیں پیش کر دی جائیں۔

## ''حج'' اِسلام کا اہم رُکن اور فریضہ :

اِسلام کے پانچ اَرکان میں سے آخری اور تکمیلی رُکن بیت اللہ کا حج ہے۔ ''حج'' اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین عبادت ہے اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا شِعار ہے۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت آدم اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے خانہ کعبہ کا حج کیا ہے اور کوئی پیغمبر ایسا نہیں ہوا جس نے حج نہ کیا ہو۔ (عمدۃ الفقہ بتغیر)

حج کے فرض ہونے کا حکم راجح قول کے مطابق ۹ ہجری میں آتا ہے اور اِس سے ایک سال بعد یعنی اگلے سال ۱۰ ہجری میں آپ ﷺ نے وصال سے تین مہینے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ حج فرمایا جو '' حَجَّةُ الْوِدَاعِ '' کے نام سے مشہور ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ وَحَجِّ الْبَيْتِ . (بخارى فى الايمان والتفسير، مسلم فى الايمان، ترمذى فى الايمان ونسائى فى الايمان) .

''رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا ''اِسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر قائم کی گئی ہے، ایک اِس حقیقت کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (عبادت اور بندگی کے لائق) نہیں اور محمد (ﷺ) اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں، دُوسرے نماز قائم کرنا، تیسرے زکوٰۃ ادا کرنا، چوتھے حج کرنا، پانچویں رمضان کے روزے رکھنا۔''

فائدہ : اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نماز، زکوٰۃ، روزہ سب کرتا ہو مگر حج فرض نہ کیا ہو تو اُس کی نجات کے لیے کافی نہیں۔ (''حیاۃ المسلمین'' اَز حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

## حج کس پر فرض ہے ؟

ہر مسلمان صاحبِ استطاعت پر حج کرنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ . (سورہ آل عمران آیت ۹۷)

''اللہ تعالیٰ کی (رضا) کے واسطے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے اُن لوگوں پر جو اُس تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو شخص (اللہ تعالیٰ) کا حکم نہ مانے تو (اللہ تعالیٰ کا اِس میں کیا نقصان ہے) اللہ تعالیٰ تو تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے۔''

تشریح : اِس میں وہ شخص تو داخل ہے ہی جو صراحتًا حج کے فریضہ کا منکر ہو، حج کو فرض نہ سمجھے، اُس کا دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہونا ظاہر ہے، اس لیے '' وَمَنْ كَفَرَ '' کا لفظ اِس پر صراحتًا صادق ہے اور جو شخص عقیدہ کے طور پر فرض سمجھتا ہے لیکن باوجود استطاعت و قدرت کے حج نہیں کرتا وہ بھی ایک حیثیت سے منکر ہی ہے، اُس پر لفظ '' وَمَنْ كَفَرَ '' کا اطلاق تہدید و تاکید کے لیے ہے کہ یہ شخص کافروں جیسے عمل میں مبتلا ہے جیسے کافر و منکر حج نہیں کرتے یہ بھی ایسا ہی ہے۔ اِسی لیے فقہائے کرامؒ نے فرمایا کہ آیت کے اِس جملہ میں اُن لوگوں کے لیے سخت وعید ہے جو باوجود قدرت و استطاعت کے حج نہیں کرتے کہ وہ اپنے اِس عمل سے کافروں کی طرح ہوگئے کیونکہ اِس آیت میں استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والوں کے رویّہ کو '' وَمَنْ كَفَرَ '' کے لفظ سے بیان کیا ہے اور ''فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ '' کی وعید سنائی گئی، اِس کا مطلب یہی ہوا کہ ایسے ناشکرے اور نافرمان جو کچھ بھی کریں اور جس حال میں مریں اللہ کو اُن کی کوئی پرواہ نہیں۔ (معارف القرآن ج ۲ ص ۱۲۲)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا یُوْجِبُ الْحَجَّ قَالَ اَلزَّادُ وَالرَّاحِلَۃُ . (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اَور اُس نے پوچھا کہ کیا چیز حج کو واجب کر دیتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا سفر کا سامان اَور سواری۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں حج فرض ہونے کی شرط بتائی گئی ہے کہ حج اُن لوگوں پر فرض ہے جو سفر کر کے مکہ معظّمہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں، ایک سوال کرنے والے صحابیؓ نے اِس استطاعت کی وضاحت چاہی تو آپ ﷺ نے مختصراً اِس کے بارے میں فرمایا کہ ایک تو سواری کا انتظام ہو جس پر مکہ معظّمہ تک سفر کیا جا سکے (خواہ اپنی ہو یا کرایہ کی) اور اِس کے علاوہ کھانے پینے جیسی ضروریات کے لیے اِتنا سرمایہ ہو جو اِس سفر کے زمانہ میں گزارے کے لیے کافی ہو۔فقہائے کرامؒ نے آیات واَحادیث میں غور فرما کر استطاعت کی ایسی وضاحت فرمادی ہے کہ اِس کی روشنی میں ہر شخص اپنے اُوپر حج فرض ہونے کا فیصلہ آسانی سے کرسکتا ہے، آپ بھی اِس میں غور کر کے اپنے اُوپر حج فرض ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کر لیجیے۔

## حج کی استطاعت کا مطلب :

حج فرض ہونے میں جس قدرت اور استطاعت کی ضرورت ہے اُس کا مطلب یہ ہے :

''جس مسلمان، عاقل، بالغ، صحت مند، غیر معذور کے پاس اُس کی اصلی اور بنیادی ضروریات سے زائد اَور فاضل اِتنا مال ہو جس سے وہ بیت اللہ تک آنے جانے اور وہاں کے قیام و طعام کا خرچ برداشت کر سکے اور اپنی واپسی تک اُن اہل و عیال کے خرچ کا اِنتظام بھی کر سکے جن کا نان و نفقہ اُس کے ذمہ واجب ہے اَور راستہ بھی مامون (امن والا) ہو تو ہر ایسے مسلمان پر حج فرض ہے۔ عورت کے لیے چونکہ بغیر محرم کے سفر کرنا شرعًا جائز نہیں اِس لیے وہ حج پر اُس وقت قادر سمجھی جائی گی جب اُس کے ساتھ کوئی شرعی محرم حج کرنے والا ہو، خواہ محرم اپنے خرچ سے حج کر رہا ہو یا عورت اُس کے سفر کا خرچ بھی برداشت کرے۔'' (معارف القرآن جلد۲ ص۱۲۲)

## قربانی کے فضائل :

اِس مہینے کی دُوسری خاص عبادت ''قربانی'' ہے۔ قربانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ذی الحجہ کے تین دن (یعنی دس، گیارہ اور بارہ تاریخ) مقرر فرما دیے ہیں۔ اِن دنوں کے علاوہ اگر کوئی شخص قربانی کی عبادت کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا۔ یہاں تک کہ اگر کسی نے قربانی کا جانور متعین کیا ہوا تھا لیکن اُس کی قربانی نہیں کی اور یہ تین دن گزر گئے، تب بھی اُس جانور کو ذبح کرنا جائز نہیں بلکہ اُس کو زندہ صدقہ کرنا ضروری ہے۔

کئی اَحادیث میں قربانی کے فضائل آئے ہیں، ایک حدیث میں اِس کی فضیلت یوں بیان کی گئی ہے:

**مَا عَمِلَ آدَمِیٌّ مِنْ عَمَلٍ یَّوْمِ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ ، اِنَّھَا لَتَأْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِقُرُوْنِھَا وَاَشْعَارِھَا وَاَظْلَافِھَا، وَاِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ مِنَ الْاَرْضِ فَطِیْبُوْا بِھَا نَفْسًا.**

(رواہ الترمذی و ابن ماجہ فی الاضاحی، الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۹۹)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ بقرعید کی دس تاریخ کو کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر محبوب اَور پسندیدہ نہیں اَور قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے بالوں، سینگوں اَور کھروں کو لے کر آئے گا (اور یہ چیزیں عظیم ثواب ملنے کا ذریعہ بنیں گی) اور فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبولیت حاصل کرلیتا ہے لہٰذا تم خوش دِلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔

فائدہ : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دس ذی الحجہ کے دِن قربانی کرنے سے جو فضیلت حاصل ہوسکتی ہے وہ اِس کے مقابلہ میں کسی دُوسرے عمل سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ اِسی لیے اگر کوئی شخص مثلاً پانچ ہزار روپیہ قربانی کرنے پر خرچ کرتا ہے اور دُوسرا شخص قربانی کے بجائے پچاس ہزار روپیہ صدقہ کرتا ہے تب بھی قربانی کرنے والے کو زیادہ فضیلت حاصل ہوگی۔

ایک روایت میں ہے :

**مَا اُنْفِقَتِ الْوَرِقُ فِیْ شَیْءٍ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ نَّحْرٍ یُّنْحَرُ فِیْ یَوْمِ عِیْدٍ .**

(الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۱۰۰)

''عید کے دن قربانی کا جانور ذبح کرنے کے لیے پیسے خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کے یہاں اور چیزوں میں خرچ کرنے سے زیادہ افضل ہے۔''

ایک اَور روایت میں ہے :

قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا ھٰذِہِ الْاَضَاحِیُ؟ قَالَ '' سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَامُہٗ '' قَالُوْا فَمَالَنَا فِیْھَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ ''بِکُلِّ شَعْرَۃٍ حَسَنَۃٌ '' قَالُوْا فَالصُّوْفُ قَالَ ''بِکُلِّ شَعْرَۃٍ مِّنَ الصُّوْفِ حَسَنَۃٌ .''(رواہ ابن ماجہ والحاکم،الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۹۹)

''ایک مرتبہ حضرات صحابہؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ! اِن قربانیوں کی کیا حقیقت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ طریقہ ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام سے جاری ہوا ہے اور یہ اُن کا طریقہ چلا آرہا ہے (جس کی اتباع کا ہم کو حکم دیا گیا ہے) صحابہؓ نے عرض کیا ہم کو اِن میں کیا ملتا ہے؟ فرمایا ''ہر بال کے بدلہ ایک نیکی''! عرض کیا اُون والے جانور یعنی بھیڑ دُنبہ کے ذبح پر کیا ملتا ہے؟ فرمایا ''اُون میں سے ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ملتی ہے۔''

فائدہ : ایک روایت میں ہے کہ قربانی کے ذبح ہونے کے وقت زمین پر پہلا قطرہ گرنے سے قربانی کرنے والے کے گزشتہ (صغیرہ گناہ) معاف کردیے جاتے ہیں (بزار، ترغیب وترہیب ج۲ص۱۰۰) ایک اَور روایت میں ہے کہ قربانی کا خون بظاہر اگرچہ زمین پر گرتا ہے لیکن درحقیقت وہ اللہ عزوجل کی حفاظت اور نگہبانی میں داخل ہوجاتا ہے (ترغیب وترہیب ج۲ص۱۰۰ بحوالہ طبرانی فی الاوسط)۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص خوش دلی اور اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے قربانی کرتا ہے تو یہ قربانی اُس کے لیے آگ (یعنی دوزخ) سے آڑ بن جاتی ہے۔ (ترغیب وترہیب ج۲ص۱۰۰ بحوالہ طبرانی فی الکبیر)

# گلدستۂ اَحادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

کتاب وسنت کے مطالعہ کے دوران بہت سی چیزیں ایسی سامنے آئیں جن کے متعلق چالیس کے عدد کے حوالے سے کچھ نہ کچھ بیان کیا گیا ہے اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کی نگاہ میں چالیس کے عدد کی کوئی خاص اہمیت ہے جس کی بناء پر اِس کثرت سے چالیس کا عدد استعمال ہوا ہے۔

اَحقر نے اپنی بساط کے مطابق وہ آیات واَحادیث اکٹھی کرلیں جن میں چالیس کے عدد کے حوالے سے بات کی گئی ہے، بعد میں خیال آیا کہ قارئین کو بھی اِس سے رَوشناس کرادیا جائے شاید کسی کے لیے عمل کا باعث بن جائے۔ اِسی جذبے سے وہ آیات واَحادیث پیش کی جارہی ہیں۔

(۱) وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰی اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ (سورۃ البقرۃ آیت ۵۱)

اَور جب ہم نے وعدہ کیا موسیٰ سے چالیس رات کا پھر تم نے بنالیا بچھڑا موسی کے بعد اَور تم ظالم تھے۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

یہ واقعہ اُس وقت پیش آیا جبکہ فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل نے موسی علیہ السلام سے عرض کیا کہ اَب ہم بالکل مطمئن ہوگئے ہیں لہٰذا آپ ہمیں کوئی ایسی قانونی کتاب لاکر دیں جسے ہم اپنا دستور العمل بنائیں۔ موسی علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا تو حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا کہ آپ کوہِ طور پر آکر ہماری عبادت میں مشغول رہیں پھر ہم آپ کو ایک کتاب دیں گے۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اَور تورات آپ کو مل گئی مگر دَس روز مزید آپ کو عبادت میں مشغول رہنے کا حکم ہوا اِس طرح آپ چالیس روز عبادتِ خداوندی میں مشغول رہے۔

سورۂ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ج (سورۃ الاعراف آیت ۱۴۲)

اَور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا اَور پورا کیا اُن کو اَور دس سے، پس پوری ہو گئی تیرے رب کی چالیس راتیں۔

موسیٰ علیہ السلام تو حکمِ خداوندی کی بناء پر کوہِ طور پر رہے اُدھر یہ ہوا کہ سامری نامی ایک شخص نے سونے یا چاندی کا ایک بچھڑا بنا کر اُس میں وہ مٹی ڈال دی جو اُس نے حضرتِ جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم کے نیچے سے اُٹھا کر اپنے پاس محفوظ رکھی ہوئی تھی اِس طرح اُس بچھڑے میں جان پڑ گئی اَور بنی اسرائیل کے جہلاء نے اُس کی پرستش شروع کر دی۔

(۲) قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ج يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ o (سُورۃ المائدہ آیت ۲۶)

فرمایا تحقیق وہ زمین حرام کی گئی ہے اُن پر چالیس برس سر مارتے پھریں گے ملک میں، سو تم اَفسوس نہ کر نافرمان لوگوں پر۔

بنی اسرائیل کو عمالقہ سے جہاد کا حکم ہوا تھا مگر اُنہوں نے حکم عدولی کی، بے اَدبی اَور گستاخی کے ساتھ پیش آئے جس کی سزا اُنہیں یہ ملی کہ اَرضِ مقدس شام و فلسطین اُن پر چالیس سال تک کے لیے حرام قرار دے دی گئی اَور وہ پورے چالیس برس تک صحراء سینا (وادی تیہ) میں دیوانوں کی طرح سرگرداں پھرتے رہے.

(۳) وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا ط حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ط وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ط حَتّٰى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً لا قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ط اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ o (سورۃ الاحقاف آیت ۱۵)

اَور ہم نے حکم کر دیا اِنسان کو اپنے ماں باپ سے بھلائی کا، پیٹ میں رکھا اُس کو اُس کی ماں نے تکلیف سے، اَور جنا اُس کو تکلیف سے، اَور حمل میں رہنا اُس کا اَور دُودھ چھوڑنا تیس مہینے میں ہے یہاں تک کہ جب پہنچا اپنی قوت کو اَور پہنچ گیا چالیس برس کو، کہنے لگا اے رب میرے میری قسمت میں کر کہ شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر کیا اَور

میرے ماں باپ پر، اَور یہ کہ کروں نیک کام جس سے تو راضی ہو، اَور مجھ کو دے نیک اَولاد میری، میں نے توبہ کی تیری طرف اَور میں ہوں حکم بردار۔

اِس آیت مبارکہ کے فوائد میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں ''چالیس برس کی عمر میں عموماً اِنسان کی عقلی اَور اَخلاقی قوتیں پختہ ہوجاتی ہیں اِسی لیے اَنبیاء علیہم السلام کی بعثت چالیس برس سے پہلے نہ ہوتی تھی۔'' (تفسیرِ عثمانی پارہ نمبر ۲۶ رکوع ۲)

## آنحضرت ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں خلعتِ نبوت سے سرفراز فرمایا گیا :

نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے متعلق حدیث شریف میں صراحت سے آیا ہے کہ چالیس سال کی عمر میں ہوئی ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

**(۱) بُعِثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِاَرْبَعِیْنَ سَنَۃً فَمَکَثَ بِمَکَّۃَ ثَلٰثَ عَشَرَۃَ سَنَۃً یُوْحٰی اِلَیْہِ ثُمَّ اُمِرَ بِالْھِجْرَۃِ فَھَاجَرَ عَشَرَ سِنِیْنَ وَمَاتَ وَھُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّسِتِّیْنَ سَنَۃً . (بخاری و مسلم بحوالہ مشکٰوۃ ص ۵۲۱)**

رسول اکرم ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں منصبِ نبوت و رسالت پر فائز کیا گیا۔ اِس کے بعد آپ تیرہ سال مکہ مکرمہ میں رہے پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا چنانچہ آپ نے (مکہ مکرمہ سے) ہجرت فرمائی اَور دس سال مدینہ طیبہ میں رہے جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی عمر مبارک تریسٹھ سال تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

**(۲) '' کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ وَلَا بِالْاَبْیَضِ الْاَمْھَقِ وَلَیْسَ بِالْاٰدَمِ وَلَیْسَ بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ وَلَا بِالسَّبْطِ بَعَثَہُ اللّٰہُ عَلٰی رَأْسِ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً.'' الحدیث. (بخاری ج ۱ ص ۵۰۲، مسلم ج ۲ ص ۲۶۰، مؤطا امام مالک ص ۱۱۷ ، مشکوٰۃ ص ۵۱۶)**

رسول اکرم ﷺ نہ بہت لمبے قد کے تھے نہ پستہ قد (جس کو ٹھگنا کہتے ہیں بلکہ آپ کا قد مبارک درمیانہ تھا) اَور رنگ کے اعتبار سے نہ بالکل سفید تھے چونے کی طرح اَور نہ

بالکل گندم گُوں کہ سانوالہ پن آجائے (بلکہ چودھویں رات کے چاند سے زیادہ روشن پُرنور اَور کچھ ملاحت لیے ہوئے تھے) آپ کے بال نہ بالکل سیدھے تھے نہ بالکل پیچیدار (بلکہ ہلکی سی پیچیدگی اَور گُھنگر یالہ پن تھا)۔ چالیس سال کی عمر ہو جانے پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلعتِ نبوت سے سرفراز فرمایا۔

## اِنسان کی تخلیق کے مدارج :

(۳) عَنْ زَیْدِ بْنِ وَھْبٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَھُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ قَالَ اِنَّ اَحَدَکُمْ یَجْمَعُ خَلْقَہٗ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا نُطْفَۃً ثُمَّ یَکُوْنُ عَلَقَۃً مِثْلَ ذَالِکَ ثُمَّ یَکُوْنُ مُضْغَۃً مِثْلَ ذَالِکَ ثُمَّ یَبْعَثُ اللّٰہُ مَلَکًا وَیُؤْمَرُ بِاَرْبَعِ کَلِمَاتٍ وَیُقَالُ لَہٗ اکْتُبْ عَمَلَہٗ وَرِزْقَہٗ وَاَجَلَہٗ وَشَقِیٌّ اَوْ سَعِیْدٌ ثُمَّ یَنْفُخُ فِیْہِ الرُّوْحَ فَاِنَّ الرَّجُلَ مِنْکُمْ لَیَعْمَلُ حَتّٰی مَایَکُوْنَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجَنَّۃِ اِلَّا ذِرَاعٌ فَیَسْبِقُ عَلَیْہِ کِتَابُہٗ فَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَھْلِ النَّارِ وَیَعْمَلُ حَتّٰی مَا یَکُوْنَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ النَّارِ اِلَّا ذِرَاعٌ فَیَسْبِقُ عَلَیْہِ الْکِتَابُ فَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ .(بخاری ج ۱ ص ۴۵۶ ، ابوداؤد ج ۲ ص ۲۹۲ ، مسند امام احمد ج ۴ ص۷ ، مشکوۃ ص ۲۰)

حضرت زید بن وہبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمیں رسول اکرم ﷺ نے بیان کیا جو کہ صادق و مصدوق ہیں کہ تم میں سے ہر شخص کی تخلیق اِس طرح ہوتی ہے کہ پہلے اُس کا نطفہ چالیس روز تک ماں کے پیٹ میں جمع رہتا ہے پھر چالیس دِن کے بعد عَلَقَہْ یعنی منجمد خون بن جاتا ہے پھر چالیس ہی دِن میں مُضْغَہْ یعنی گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتے ہیں جسے چار باتیں لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے اُسے کہا جاتا ہے کہ لکھدے کہ یہ عمل کیا کرے گا، اِس کا رزق کتنا ہوگا، اِس کی عمر کتنی ہوگی، انجام کار یہ شقی و بد بخت ہوگا یا سعید و خوش نصیب، پھر وہ فرشتہ اِس میں رُوح پھونکتا ہے پھر ایسے ہوتا ہے کہ تم میں سے ایک آدمی جنتیوں کے سے عمل کرتا

رہتا ہے یہاں تک کہ اُس کے اَور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ تقدیر کا لکھا آگے آجاتا ہے اَور وہ دوزخیوں کے سے کام کرنے لگتا ہے اَور (تم میں سے) ایک آدمی (دوزخیوں کے سے) عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اُس کے اَور دوزخ کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ تقدیر کا لکھا آگے آجاتا ہے اَور وہ جنتیوں کے سے کام کرنے لگتا ہے۔

۞ ۞ ۞

## قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

### بقیہ : چار روز اُندلس میں

نمازِ ظہر ادا کی اور ''الحمراء'' دیکھنے نکل گئے۔ الحمراء کے گیٹ کے باہر ٹکٹ گھر ہے وہاں سے ٹکٹیں حاصل کیں ایک ٹکٹ غالبًا آٹھ یورو کی تھی الحمراء کے گیٹ کے باہر غیر ملکی سیاحوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی قرطبہ کے مقابلے میں یہ تعداد کہیں زیادہ تھی یہاں بھی ایک آدھ کے علاوہ تمام سیاح غیر مسلم امریکا اور یورپ سے تعلق رکھتے تھے۔ ہالینڈ سے تعلق رکھنے والا ایک جوڑا ہمیں ملا جو ہم سے پوچھ رہا تھا کہ شاہی محل کی دیواروں پر عربی زبان میں جو عبارتیں لکھی ہوئی ہیں آپ اِن کو پڑھ سکتے ہیں اور اِن کا مطلب کیا ہے؟ ہم انہیں اپنی استطاعت کے مطابق بتاتے رہے وہ اِس کی طرزِ تعمیر سے بے حد متاثر تھے۔ ہمیں مسلمان سیاحوں کی کمی کا احساس قدم قدم پر رہا۔ (جاری ہے)

# قربانی کے مسائل

﴿ مفتی اعظم حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب مدظلہم ﴾

## قربانی کس پر واجب ہے :

(1) جس پر صدقہ فطر واجب ہے اُس پر بقرعید کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے اور اگر اتنا مال نہ ہو کہ جس پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہو تو اُس پر قربانی واجب نہیں ہے لیکن پھر بھی اگر کردے تو ثواب ہے۔

مسئلہ : قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔ اولاد کی طرف سے واجب نہیں بلکہ اگر نابالغ اولاد مالدار بھی ہو تو تب بھی اس کی طرف سے کرنا واجب نہیں نہ اپنے مال میں سے نہ اُس کے مال میں سے کیونکہ اس پر واجب ہی نہیں ہوتی۔ لیکن اگر باپ اپنے مال میں سے اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے دے تو مستحب ہے۔ بیوی اور بالغ اولاد مالدار ہو تو اُن کو اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے۔

مسئلہ : بیوی اور بالغ اولاد مالدار ہو اور شوہر بیوی کے لیے اور بالغ اولاد کے لیے اپنے پاس سے قربانی کے جانور لادے تاکہ وہ قربانی کرسکیں تو جائز ہے۔

مسئلہ : جو بیٹا باپ کے ساتھ باپ کے کاروبار میں لگا ہو اور کاروبار میں اُسکا اپنا حصہ اور ملکیت کچھ نہ ہو تو اگر اِسکے علاوہ بیٹے کے پاس قربانی کا نصاب ہو تو اُس پر قربانی واجب ہوگی اور اگر نہیں ہے تو واجب نہیں ہوگی۔

مسئلہ : عورت کے پاس کچھ مال نہ ہو لیکن اُس نے نصاب کے بقدر مہر شوہر سے ابھی لینا ہو تو اگر مہر معجّل ہو اور شوہر مالدار ہو تو عورت پر قربانی واجب ہے۔ اور اگر مہر معجّل ہو لیکن شوہر فقیر ہے یا مہر ہی موجل ہو خواہ شوہر مالدار ہو یا فقیر ہو تو عورت پر قربانی واجب نہیں۔

مسئلہ : اگر پہلے اتنا مالدار نہ تھا اِس لیے قربانی واجب نہ تھی۔ پھر بارہویں تاریخ کے سورج ڈوبنے سے پہلے کہیں سے مال مل گیا تو قربانی کرنا واجب ہے۔

## (2) قربانی مقیم پر واجب ہوتی ہے مسافر پر نہیں :

مسئلہ : قربانی کے تینوں دن اقامت کا ہونا شرط نہیں ہے دسویں گیارہویں تاریخ کو سفر میں تھا پھر بارہویں تاریخ کو سورج ڈوبنے سے پہلے گھر پہنچ گیا یا پندرہ دن کہیں ٹھہرنے کی نیت کر لی تو اب قربانی کرنا واجب ہو گیا۔

مسئلہ : دسویں کو گھر میں تھا پھر گیارہویں کو سفر میں چلا گیا اور بارہویں کو سورج ڈوبنے سے پہلے گھر آ گیا تو قربانی واجب ہو گی۔

مسئلہ : اگر مالدار قربانی کے دن گزرنے سے پہلے سفر پر چلا گیا اور باقی وقت سفر میں گزرا تو اس سے قربانی ساقط ہے۔

مسئلہ : جو شخص حج پر گیا اور حساب سے شرعی مسافر بنتا ہو اُس پر قربانی واجب نہیں مثلاً ایک شخص ۲۵/ ذیقعدہ کو مکہ مکرمہ پہنچا، اب چونکہ منٰی عرفات جانے میں پندرہ دن سے کم ہیں اس لیے یہ شخص مکہ مکرمہ میں اقامت کی نیت بھی کر لے تب بھی مقیم نہیں مسافر ہی رہے گا۔ اس لیے خواہ یہ شخص حج سے پہلے مدینہ منورہ جائے یا نہ جائے ۱۲/ ذی الحجہ تک یہ مسافر رہے گا اور اِس پر قربانی واجب نہ ہو گی۔

## قربانی کا وقت :

مسئلہ : ذوالحجہ کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کے سورج ڈوبنے سے پہلے تک قربانی کا وقت ہے چاہے جس دن قربانی کرے لیکن قربانی کا سب سے بہتر دن دسویں کا ہے پھر گیارہویں تاریخ پھر بارہویں تاریخ۔

مسئلہ : دسویں تاریخ کو شہر والوں کے لیے قربانی کا مستحب وقت عید کی نماز اور خطبہ کے بعد ہے جبکہ گاؤں والوں کے لیے کہ جس میں عید کی نماز نہیں ہوتی سورج طلوع ہونے کے بعد ہے۔

مسئلہ : گاؤں والوں کے لیے دسویں تاریخ کو فجر کی نماز کے بعد بھی قربانی کرنا جائز ہے۔

مسئلہ : امام عید کی نماز پڑھا چکا لیکن ابھی خطبہ نہیں پڑھا کہ کسی نے قربانی کر دی تو قربانی جائز ہے۔

مسئلہ : امام کے نماز پڑھانے کے دوران قربانی کی تو قربانی نہیں ہو گی۔

مسئلہ : امام نے نماز پڑھائی پھر لوگوں نے قربانی کی اُس کے بعد پتہ چلا کہ امام کا وضو نہ تھا اور امام نے بلا وضو عید کی نماز غلطی سے پڑھا دی تھی تو قربانی ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ : اگر کسی عذر سے یا بلا عذر پہلے دن یعنی دسویں کو عید کی نماز نہیں ہوئی تو سورج کے زوال سے پہلے قربانی جائز نہ ہوگی البتہ زوال کے بعد جائز ہوگی اور دوسرے دن جب عید کی نماز پڑھی جائے تو نماز سے پہلے بھی قربانی جائز ہے۔

مسئلہ : اگر عید کی نماز ہوئی اور پھر لوگوں نے قربانی کی، بعد میں یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ دن دسویں کا نہیں نویں ذی الحجہ کا ہے اور چاند دیکھنے میں غلطی ہوگئی تھی تو اگر با قاعدہ گواہی سے چاند کے ہونے کا اعلان کیا گیا تھا تو نماز اور قربانی دونوں جائز ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ : دسویں سے بارہویں تک جب جی چاہے قربانی کرے چاہے دن میں چاہے رات میں لیکن رات کو ذبح کرنا مکروہ تنزیہی ہے شاید کوئی رگ نہ کٹے اور اندھیرے میں پتہ نہ چلے اور قربانی درست نہ ہو۔

مسئلہ : اگر کوئی شہر کا رہنے والا اپنی قربانی کا جانور کسی گاؤں میں بھیج دے تو وہاں اس کی قربانی عید کی نماز سے پہلے بھی درست ہے اگرچہ وہ خود شہر ہی میں موجود ہو، ذبح ہو جانے کے بعد اس کو منگوالے اور گوشت کھائے۔

## قربانی کے جانور :

مسئلہ : بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اُونٹ، اُونٹنی اِن جانوروں کی قربانی درست ہے۔ان کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ : بکری سال بھر سے کم کی درست نہیں، جب پورے سال بھر کی ہو تب قربانی درست ہے۔ اور گائے، بھینس دو برس سے کم کی درست نہیں، پورے دو برس کی ہو چکے تب قربانی درست ہے۔اُونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہیں ہے۔

تنبیہ : بکری جب پورے ایک سال کی ہو جاتی ہے اور گائے جب پورے دو سال کی ہو جاتی ہے اور اونٹنی جب پورے پانچ سال کی ہو جاتی ہے تو اُس کے نچلے جبڑے کے دودھ کے دانتوں میں سے سامنے

کے دو دانت گر کر دو بڑے دانت نکل آتے ہیں، نر اور مادہ دونوں کا یہی ضابطہ ہے۔ تو دو بڑے دانتوں کی موجودگی جانور کے قربانی کے لائق ہونے کی اہم علامت ہے لیکن اصل یہی ہے کہ جانور اتنی عمر کا ہو۔ اس لیے اگر کسی نے خود بکری پالی ہو اور وہ چاند کے اعتبار سے ایک سال کی ہوگئی ہو لیکن اس کے دو دانت ابھی نہ نکلے ہوں تو اس کی قربانی دُرست ہے۔ لیکن محض عام بیچنے والوں کے قول پر کہ یہ جانور پوری عمر کا ہے اعتماد نہیں کر لینا چاہیے اور دانتوں کی مذکورہ علامت کو ضرور دیکھ لینا چاہیے۔

مسئلہ : دُنبہ یا بھیڑ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کے جانوروں میں رکھیں تو سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو سال بھر سے کم لیکن چھ ماہ سے زائد عمر کے دنبہ اور بھیڑ کی قربانی بھی درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو سال بھر کا ہونا چاہیے۔

مسئلہ : گائے، بھینس، اُونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کریں تو بھی درست ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور سب کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو صرف گوشت کی نیت نہ ہو۔ اگر کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہوگا تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی مثلاً آٹھ آدمیوں نے مل کر ایک گائے خریدی اور اُس کی قربانی کی تو درست نہ ہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ ساتویں سے کم ہے۔ اسی طرح ایک بیوہ اور اس کے لڑکے کو ترکہ میں گائے ملی، اِس مشترکہ گائے کی قربانی کی تو درست نہیں ہوئی کیونکہ اس میں بیوہ کا حصہ ساتویں سے کم ہے۔

مسئلہ : گائے اُونٹ میں بجائے سات حصوں کے صرف دو حصے ہوں یعنی دو آدمی مل کر ایک گائے یا اُونٹ ذبح کریں اور اس طرح دونوں میں سے ہر ایک کے حصہ میں ساڑھے تین حصے ہوتے ہوں تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ دونوں میں سے کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر تین یا چار یا پانچ یا چھ آدمی مل کر ایک گائے کی قربانی کریں تو جائز ہے۔

## قربانی کا گوشت اور کھال :

مسئلہ : یہ افضل ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرے۔ ایک حصہ اپنے لیے رکھے ایک حصہ اپنے رشتے داروں اور دوستوں کے لیے اور ایک حصہ فقراء پر صدقہ کرے۔ اگر کوئی زیادہ حصہ فقراء پر صدقہ کر دے تو یہ بھی درست ہے اور اگر اپنی عیالداری زیادہ ہے اِس وجہ سے سارا گوشت اپنے گھر میں رکھ لیا تو یہ

بھی جائز ہے۔

مسئلہ : قربانی کا گوشت فروخت کرنا جائز نہیں، اگر کسی نے فروخت کر دیا تو اُسکی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے

مسئلہ : قربانی کی کھال یا تو یونہی خیرات کر دے یا اُس کو فروخت کر کے اُس کی قیمت صدقہ کر دے۔

مسئلہ : گوشت یا کھال کی قیمت کو مسجد کی مرمت یا کسی اور نیک اور رفاہی کام میں لگانا جائز نہیں، صدقہ ہی کرنا چاہیے۔

مسئلہ : جس طرح قربانی کا گوشت غنی کو دینا جائز ہے اِسی طرح کھال بھی غنی کو دینا جائز ہے جبکہ اس کو بلاعوض دی جائے اس کی کسی خدمت وعمل کے عوض میں نہ دی جائے۔غنی کی ملک میں دینے کے بعد وہ اگر اس کو فروخت کر کے اپنے استعمال میں لانا چاہے تو جائز ہے۔

مسئلہ : قربانی کا گوشت اور اُس کی کھال کافر کو بھی دینا جائز ہے بشرطیکہ اُجرت میں نہ دی جائے۔

مسئلہ : گوشت یا چربی یا کھال قصائی کو مزدوری میں نہ دے بلکہ مزدوری اپنے پاس سے الگ دے۔

مسئلہ : سات آدمی گائے میں شریک ہوئے اور آپس میں گوشت تقسیم کریں تو تقسیم میں اٹکل سے کام نہ لیں بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک تول کر بانٹیں کیونکہ کسی حصہ کے کم یا زیادہ ہونے میں سود ہو جائے گا خواہ شریک اِس پر راضی بھی ہوں۔اور جس طرف گوشت زیادہ گیا ہے اُس کا کھانا بھی جائز نہیں البتہ اگر گوشت کے ساتھ سری پائے اور کھال کو بھی شریک کر لیا تو جس طرف سری پائے یا کھال ہو اُس طرف اگر گوشت کم ہو درست ہے چاہے جتنا کم ہو، جس طرف گوشت زیادہ ہو اُس طرف سری پائے بڑھائے گئے تو اب بھی سود رہا۔

مسئلہ : اگر ایک جانور میں کئی آدمی شریک ہیں اور وہ سب آپس میں تقسیم نہیں کرتے بلکہ ایک ہی جگہ کچا یا پکا کر فقراء واحباب میں تقسیم کریں تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ : تین بھائی یا زیادہ یعنی سات تک بھائی ایک گائے میں شریک ہوں اور کہیں کہ اپنی اپنی ضرورت کا گوشت لے لو اور باقی فقراء پر تقسیم کر دو تو یہ جائز نہیں بلکہ یا تو پہلے کچھ فقراء کو دے کر پھر باقی کو

برابر برابر تقسیم کرلیں یا پہلے برابر برابر تقسیم کریں پھر ہر ایک اپنے حصہ میں سے فقراء کو دے۔

## متفرق مسائل :

مسئلہ : اُونٹ میں نحر افضل ہے اور ذبح بھی جائز ہے جبکہ گائے بکری میں ذبح مستحب ہے۔

مسئلہ : تنہا ایک شخص پوری گائے ذبح کرے تو پوری گائے ایک قربانی ہو کر کُل کی کُل واجب ہوئی۔

مسئلہ : اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر کوئی خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو یا اُس کی ہمت نہ ہوتی ہو تو کسی اور سے ذبح کرالے اور ذبح کے وقت جانور کے سامنے کھڑا ہونا بہتر ہے۔

مسئلہ : قربانی کرتے وقت زبان سے نیت کہنا اور دعا پڑھنا ضروری نہیں۔ اگر دل میں خیال کرلیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں پڑھا فقط زبان سے بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کردیا تو بھی قربانی درست ہوگئی لیکن اگر یاد ہو تو دعا پڑھ لینا بہتر ہے۔

ذبح سے پہلے کی دُعا :

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ . اِنَّ صَلَا تِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذَالِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ .

ذبح کے بعد کی دُعا :

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ .

مسئلہ : قربانی کی رسی وغیرہ سب چیزیں خیرات کردے۔

مسئلہ : جس پر قربانی واجب تھی لیکن اُس نے برسوں قربانی نہیں کی تو وہ گناہ کی معافی بھی مانگے اور جتنے سالوں کی قربانی رہ گئی اس قدر قیمت کا صدقہ کردے۔

مسئلہ : قربانی سے پہلے قربانی کے جانور کا دُودھ دوہا ہو یا اُس کی اُون اُتاری ہو تو اُس کو صدقہ کرنا لازم ہے۔ (ماخوذ از : مسائل بہشتی زیور)

✿ ✿ ✿

قسط : ۲

# چار رَوز اُندلس میں

﴿ جناب مولانا ضیاء الحسن صاحب طیّب ، برمنگھم، فاضل جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

## مَدِیْنَةُ الزَّھْرَاء :

جامع قرطبہ کے علاوہ مسلمانوں کے دور کی دُوسری اہم یادگار جو آج بھی باقی ہے وہ مدینة الزھرا ہے جو شہر قرطبہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ مدینة الزہرا کے سائن شہر ہی کے وسط سے ملنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ''مدینة الزہراء'' ایک چھوٹا سے شاہی شہر تھا جو خلفاء قرطبہ اور اُن کے متعلقین کی رہائش کے لیے بنایا گیا تھا یہ شہر ایک بڑی پہاڑی اور اُس کے دامن میں واقع ہے شہر کے شور وغل زندگی سے دُور یہ ایک خوبصورت اَور پُرسکون جگہ ہے اِس شہر کی تعمیر ۳۲۵ھ میں خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر نے کی تھی اِس شہر کا نام خلیفہ کی ملکہ ''زہرا'' کے نام پر رکھا گیا۔

مدینة الزہرا کے اکثر حصے کی تعمیر پچیس سال میں خلیفہ ناصر اور کچھ حصے خلیفہ الحکم ثانی کے زمانے میں مکمل ہوئے۔ یہ اپنے وقت میں دُنیا کا سب سے حسین وجمیل شہر سمجھا جاتا تھا۔ مدینة الزہرا کا قصرِ شاہی اپنے حسن و جمال شان وشوکت کے اعتبار سے دُنیا بھر میں اپنی مثال آپ تھا اِس محل کا ایک ایوان ''قصر الخلفاء'' کہلاتا تھا اِس کی چھتیں اور دیواریں سونے اور شفاف مرمر کی تھیں مدینة الزہرا میں مصنوعی دریا بھی بنائے گئے تھے اَور جانوروں کے باغ بھی جن میں وہ اپنے قدرتی ماحول کے ساتھ رہتے تھے۔ قدرت کا کرشمہ دیکھیے یہ عظیم الشان شہر جس کی تکمیل میں کم وبیش چالیس سال لگے تھے تکمیل کے بعد صرف پینتیس سال اپنی بہار دِکھا سکا۔ ۳۹۸ھ میں ملک میں خانہ جنگی شروع ہوگئی جس سے یہ خوبصورت شہر خاک کا ڈھیر بن گیا اور لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بن گیا یہ وہی شہر تھا جو کبھی بادشاہوں، شہزادوں اور حسین وجمیل پریوں اور کنیزوں کا مسکن تھا اب ایک جنگل بیابان کا منظر پیش کر رہا تھا کسی شاعر نے یہی منظر دیکھ کر کہا تھا ؎

قلت یومًا لدار قوم تفانو　　این سکانك العزاز علینا؟
فاجابت هنا اقاموا قلیلًا　　ثم ساروا و لست اعلم اینا؟

میں نے ایک دن اُن لوگوں کے گھر سے کہا جو فنا ہو چکے تھے تمہارے وہ مکین کہاں ہیں جو ہمیں بہت عزیز تھے؟ اُس نے جواب دیا وہ یہاں کچھ دیر ٹھہرے تھے پھر چلے گئے اور مجھے نہیں معلوم کہ کہاں؟

جس پہاڑ کے دامن میں یہ خوبصورت شہر آباد تھا اُس پہاڑ کو ''جبل العروس'' کا نام دیا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جب مدینۃ الزہرا کی تعمیر مکمل ہوئی اور ملکہ اِس شہر کو دیکھنے کے لیے آئیں تو اُسے یہ شہر بے حد پسند آیا لیکن اِس شہر کے ایک جانب سیاہ بدنما پہاڑ نظر آیا تو خلیفہ سے کہا کہ ''کیا یہ حسین وجمیل کنیز اِس حبشی کی گود میں رہے گی؟ تو خلیفہ ناصر نے اِس پہاڑ سے بے ہنگم درختوں کو اُکھاڑ کر جگہ جگہ پھل دار درخت لگا دیے جس سے یہ پہاڑ ایک دُلہن کی طرح حسین ہوگیا اِسی وجہ سے اِس پہاڑ کا نام ''جبل العروس'' رکھ دیا گیا۔

قرطبہ میں دو دن مکمل کر کے تیسرے روز ہم صبح غرناطہ کے لیے روانہ ہوئے قرطبہ سے غرناطہ کے لیے N432 لینی پڑتی ہے۔قرطبہ سے غرناطہ کا فاصلہ بھی ایک سو ستر کلومیٹر کے قریب ہے یہ بھی پورا پہاڑی علاقہ ہے، راستے میں سڑک کے دونوں جانب چھوٹے شہر قصبے اور بستیاں آتی رہیں جگہ جگہ اُونچی جگہوں پر قلعے نظر آئے جو مسلمان حکمرانوں نے تعمیر کیے تھے ہماری خواہش تھی کہ اُتر کر اِن قلعوں کو دیکھا جائے مگر وقت کی کمی اور موجودہ حالات کی وجہ سے ہم نے اپنا اِرادہ ترک کر دیا اِسی طرح ہر بستی میں مسجد نما چرچ بنے نظر آئے جو یقیناً مسجدیں تھیں بعد میں عیسائی حکمرانوں نے اِنہیں چرچوں میں تبدیل کر دیا اِس راستے میں جو چھوٹے بڑے شہر آئے اُن کے نام کچھ یوں تھے: Castro, Espejo, Beana وغیرہ یہ ایک زرخیز اور خوبصورت علاقہ ہے ہماری گاڑی بل کھاتی پہاڑیوں کے بیچوں بیچ دوڑتی رہی ہم اِس کا بھرپور لطف اُٹھاتے رہے۔ اِس راستے میں بھی تمام پہاڑوں کو دُلہنوں کی طرح سجایا گیا ہے تمام ناکارہ اور فضول درختوں کو اُکھیڑ کر زیتوں کے صدا بہار درخت لگا دیے گئے ہیں میدانی جگہوں پر سورج مکھی کے کھیت اور دُوسرے پھل دار درخت لگا کر زمین کو کار آمد بنا دیا گیا ہے۔

جس خوبصورتی محنت اور محبت کے ساتھ اسپین کے عوام نے اپنے ملک کو ترتیب دیا اور سجایا ہے اِس پر اُنہیں داد دینی پڑتی ہے ایسے حسین مناظر دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں اِن کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں الفاظ میں اِس کا منظر تو بیان کیا جا سکتا ہے مگر جو جذبات اور احساسات دِل و دماغ میں مچل رہے ہوتے ہیں وہ بیان

میں نہیں لائے جا سکتے۔

قرونِ اُولیٰ کے عادل پرہیز گار اور خوفِ خدا رکھنے والے حکمرانوں نے یہ خوبصورت اور زرخیز خطہ فراڈرک جیسے بدقماش اور ظالم عیسائی حکمران سے چھین کر مسلمانوں کو دیا تھا مگر بعد کے عیاش اور بے دین حکمرانوں نے یہ اہم اَور بہترین علاقہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے گنوا دیا۔ پورے یورپ میں یہ خوبصورتی اور موسم کے لحاظ سے بہترین علاقہ ہے مسلمان حکمرانوں نے تمام ملک اخلاص اور جذبہ ایمانی کی بدولت حاصل کیے تھے کوئی بھی ملک وسائل اور اسلحہ کی کثرت سے حاصل نہیں ہوا اُندلس فتح کرنے والے مسلمان سپاہیوں کی تعداد تیرہ ہزار اور ہسپانوی فوجیوں کی تعداد ستر ہزار سے متجاوز تھی۔ فاتح اُندلس طارق بن زیاد نے اپنے تاریخی خطبے میں اِسی طرف اِشارہ کیا تھا جس کے ایک ایک لفظ سے طارق بن زیاد کے عزم حوصلے اور سرفروشی کے جذبات کا اَندازہ ہوتا ہے۔

## طارق بن زیاد کا تاریخی خطبہ :

''لوگو! تمہارے لیے بھاگنے کی جگہ ہی کہاں ہے؟ تمہارے پیچھے سمندر ہے اور آگے دُشمن۔ لہٰذا خدا کی قسم تمہارے لیے اِس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ تم خدا کے ساتھ کیے ہوئے عہد میں سچے اُترو اور صبر سے کام لو۔ یاد رکھو کہ اِس جزیرے میں تم اُن یتیموں سے زیادہ بے آسرا ہو جو کسی کنجوس کے دستر خوان پر بیٹھے ہوں۔ دُشمن تمہارے مقابلے کے لیے اپنا پورا لاؤ لشکر اور اسلحہ لے کر آیا ہے اُس کے پاس وافر مقدار میں غذائی سامان بھی ہے اور تمہارے لیے تمہاری تلواروں کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں۔ تمہارے پاس کوئی غذائی سامان اِس کے سوا کچھ نہیں جو تم اپنے دُشمن سے چھین کر حاصل کر سکو، اگر زیادہ وقت اِس حالت میں گزر گیا کہ تم فقر و فاقہ کی حالت میں رہے اور کوئی نمایاں کامیابی نہ حاصل کر سکے تو تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور ابھی تک تمہارا جو رُعب دِلوں پر چھایا ہوا ہے اُس کے بدلے دُشمن کے دِل میں تمہارے خلاف جرأت و جسارت پیدا ہو جائے گی، لہٰذا اِس برے انجام کو اپنے آپ سے دُور کرنے کے لیے ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ تم پوری ثابت قدمی سے اِس سرکش بادشاہ کا مقابلہ کرو جو اُس کے محفوظ شہر نے تمہارے سامنے لا کر ڈال دیا ہے۔ اگر تم اپنے آپ کو موت کے لیے تیار کر لو تو اِس نادر موقع سے فائدہ اُٹھانا ممکن ہے اور میں نے تمہیں کسی ایسے انجام سے نہیں ڈرایا جس سے میں خود بچا ہوا ہوں، نہ میں تمہیں کسی ایسے کام پر آمادہ کر رہا ہوں جس میں سب سے سستی پونجی اِنسان کی

جان ہوتی ہے اور جس کا آغاز میں خود اپنے آپ سے نہ کر رہا ہوں ۔ یاد رکھو! اگر آج کی مشقت پر تم نے صبر کر لیا تو طویل مدت تک لذت و رَاحت سے لطف اَندوز ہو گے ۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت وحمایت تمہارے ساتھ ہے، تمہارا یہ عمل دُنیا و آخرت دونوں میں تمہاری یادگار رہے گا ۔

اور یاد رکھو کہ جس بات کی دعوت میں تمہیں دے رہا ہوں اِس پر پہلا لبیک کہنے والا میں خود ہوں ۔ جب دونوں لشکر ٹکرائیں گے تو میرا عزم یہ ہے کہ میرا حملہ اِس قوم کے سرکش ترین راڈرک پر ہوگا اور اِنشاء اللہ میں اپنے ہاتھ سے اُسے قتل کروں گا ۔ تم میرے ساتھ حملہ کرو، اگر میں راڈرک کی ہلاکت کے بعد ہلاک ہوا تو راڈرک کے فرض سے تمہیں سبکدوش کر چکا ہوں گا، اور تم میں ایسے بہادر اور ذی عقل افراد کی کمی نہیں جن کو تم اپنی سربراہی سونپ سکو اور اگر میں راڈرک تک پہنچنے سے پہلے ہی کام آ گیا تو میرے اِس عزم کی تکمیل میں میرے نیابت کرنا تمہارا فرض ہوگا ۔ تم سب مل کر اُس پر حملہ جاری رکھنا اور پورے جزیرے کی فتح کا غم کھانے کی بجائے اُس ایک شخص کے قتل کی ذمہ داری قبول کر لینا تمہارے لیے کافی ہوگا کیونکہ دشمن اِس کے بعد ہمت ہار بیٹھے گا ۔''

طارق بن زیاد کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے اپنی کشتیاں جلا دی تھیں تا کہ فتح یا موت کے سوا کوئی تیسرا رَاستہ باقی نہ رہے اِس کو اقبال مرحوم نے اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے :

طارق چوں برکنارہ اُندلس سفینہ سوخت
گفتند کار تو بہ نگاہ خرد خطاست
دُوریم از سواد وطن باز چوں رسیم؟
ترک سبب زرُوئے شریعت کجا رَواست
خندید و دست خویش بہ شمشیر برد و گفت
ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

طارق نے جب اُندلس کے ساحل پر اپنی کشتی جلائی تو لوگوں نے کہا کہ عقل کی نگاہ میں تمہارا یہ عمل بڑی غلطی ہے ۔ ہم لوگ اپنے وطن کی سرزمین سے دُور ہیں، اب وطن کیسے پہنچیں گے؟ اسباب کو ترک کرنا تو شریعت کی رُو سے بھی جائز نہیں ۔ طارق جواب میں مسکرایا اور اپنا ہاتھ تلوار تک لے جا کر بولا ۔ ہر ملک ہمارا

ملک ہے اِس لیے کہ وہ ہمارے خدا کا ملک ہے۔ پھر طارق اور اُس کا لشکر ایسی جوانمردی کے ساتھ لڑا کہ دُشمن اُن کے سامنے ٹھہر نہ سکا اور اُنہیں بدترین شکست اُٹھانا پڑی۔ روایات میں آتا ہے کہ طارق نے خود رَاڈرک کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا اور اپنی قوم کے ساتھ کیے ہوئے وعدے کو پورا کیا۔ اُندلس کی فتح کا مطلب یہ تھا کہ مسلمانوں نے یورپ کے اَندر قدم رکھ دیے ہیں مسلمانوں نے پورے آٹھ سو سال تک اسپین میں حکومت کی جس کے دوران اُنہوں نے علم و دانش تہذیب و تمدن کے منفرد چراغ روشن کیے اُنہوں نے اِس خطے کو دُنیا کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ علاقہ بنایا پوری دُنیا سے لوگ اُسے نہ صرف دیکھنے آتے بلکہ وہاں تعلیم بھی حاصل کرتے۔

## غَرْنَاطَہْ :

قرطبہ کے بعد مسلمانوں کا دُوسرا بڑا تاریخی شہر غرناطہ ہے۔ غرناطہ رُومی زبان میں اَنار کو کہتے ہیں جب مسلمانوں نے اُندلس فتح کیا تو اِس نام کا کوئی شہر موجود نہیں تھا آج کے غرناطہ کو اُس وقت البیرہ کہا جاتا تھا۔ چوتھی صدی ہجری میں مسلمانوں نے شہر غرناطہ بسایا تو البیرہ اِس میں مدغم ہوگیا اِس طرح اس مجموعے کا نام ''غرناطہ'' مشہور ہوگیا۔ غرناطہ شہر اپنے قدرتی مناظر، آب و ہوا اور بہترین محل وقوع کے اعتبار سے ایک جنت نظیر خطہ سمجھا جاتا تھا۔ اِس شہر کے ایک سرے پر پہاڑوں کی چوٹیاں اور دُوسرے کنارے پر بہتا ہوا دریا غیر مسلم وزراء اور سفراء کی آنکھیں چوندیا دیتا تھا۔ پھر ایک وقت وہ بھی آیا جب غرناطہ کے آخری والی ابوعبداللہ نے شہر کی چابیاں بغیر لڑائی کے فرڈی ننڈ اَور اَزابیلا کو پیش کر کے جان کی امان پائی تو اِسی کو اپنی سب سے بڑی کامیابی سمجھا، یہی وہ غرناطہ تھا جس کے چوراہوں اور چوکوں پر عربی کتابوں کی شکل میں علم و فضل کے ذخیرے ہفتوں تک جلتے رہے جس کی مسجدیں چرچوں میں تبدیل کر دی گئیں مسلمانوں کو زبردستی عیسائی بننے پر مجبور کیا گیا۔ عزت مآب خواتین کی عصمت دری کی گئی حالات اس طرح کے پیدا کیے گئے کہ مسلمان یہ پورا علاقہ خالی کر کے مراکش الجزائر اور دیگر ممالک میں ہجرت کر گئے جو سلوک مسلمانوں کے ساتھ اِس خطے میں کیا گیا وہ دُنیا کے کسی اور ملک میں نہیں کیا گیا۔

ہم نمازِ ظہر کے قریب غرناطہ پہنچ گئے ہمارا ہوٹل ''الحمراء'' جس کو دیکھنے کے لیے ہم نے غرناطہ کا سفر کیا تھا بالکل قریب واقع تھا ہم نے اپنا سامان اپنے اپنے کمروں میں رکھا غسل کر کے نمازِ ظہر ادا کی ( باقی صفحہ ۴۴ )

# دینی مسائل

## ﴿ ظہار کا بیان ﴾

بیوی کو اپنی نسبی یا رضاعی یا سسرالی محرم عورت کہ جس سے کبھی نکاح نہیں ہوسکتا کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا اُس کے لیے حرام ہے مثلاً یوں کہا تو مجھ پر میری ماں کی پشت یا میری بہن کی پیٹ کی طرح ہے شرع میں اِس کو ''ظہار'' کہتے ہیں۔

مسئلہ : نابالغ لڑکے اَور پاگل آدمی کے ظہار کا اعتبار نہیں ہے۔

مسئلہ : اگر کوئی غیر عورت سے ظہار کرے جس سے ابھی نکاح نہیں کیا ہے تو بھی کچھ نہیں ہوا، اب اُس سے نکاح کرنا درست ہے۔

### ظہار کا حکم :

وہ یہ ہے کہ عورت رہے گی تو اُسی کے نکاح میں لیکن مرد جب تک اِس کا کفارہ نہ اَدا کرے تب تک صحبت کرنا، شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانا، منہ چومنا، پیار کرنا حرام ہے۔ جب تک کفارہ نہ دے گا تب تک وہ عورت حرام رہے گی چاہے جتنے برس گزرجائیں۔ جب مرد کفارہ دے دے تو دونوں میاں بیوی کی طرح رہیں پھر سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں اور اِس کا کفارہ اِسی طرح دیا جاتا ہے جس طرح روزہ توڑنے کا کفارہ دیا جاتا ہے۔

مسئلہ : اگر کفارہ دینے سے پہلے ہی صحبت کرلی تو بڑا گناہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ اِستغفار کرے اور اَب سے پکا اِرادہ کرے کہ اَب بے کفارہ دیے پھر کبھی صحبت نہ کروں گا اور عورت کو چاہیے کہ جب تک مرد کفارہ نہ دے تب تک اُس کو اپنے پاس نہ آنے دے۔

مسئلہ : جب تک کفارہ نہ دے تب تک دیکھنا بات چیت کرنا حرام نہیں البتہ شرمگاہ کو دیکھنا جائز نہیں۔

مسئلہ : اگر کئی بیویوں سے ایسا کہا تو جتنوں سے کہا ہے اُتنے کفارے دے۔

مسئلہ : کفارے میں روزے رکھنے کی طاقت تھی اَور روزے رکھنے شروع کر دیے تو اَب جب تک روزے ختم نہ ہو جائیں تب تک اُس عورت سے صحبت نہ کرے۔ اگر روزے ختم ہونے سے پہلے اُسی عورت سے صحبت کر لی تو اَب سب روزے پھر سے رکھنے چاہیے دِن میں اُس عورت سے صحبت کی ہو یا رات میں اور چاہے قصداً ایسا کیا ہو یا بھول سے سب کا ایک ہی حکم ہے۔

مسئلہ : اگر روزوں کی طاقت نہ تھی اَور ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلانے لگا۔ اگر سب فقیروں کو اَبھی نہیں کھلا چکا تھا کہ بیچ میں صحبت کر لی تو گناہ ہوا مگر اِس صورت میں کفارہ دہرانا نہ پڑے گا۔

مسئلہ : کسی کے ذمہ ظہار کے دو کفارے تھے اُس نے ساٹھ مسکینوں کو چار چار سیر گیہوں دے دیے اَور یہ سمجھا کہ ہر کفارے سے دو دو سیر دیتا ہوں اِس لیے دونوں کفارے ادا ہو گئے تب بھی ایک ہی کفارہ ادا ہوا۔ دُوسرا کفارہ پھر دے اور اگر ایک کفارہ روزہ توڑنے کا تھا دُوسرا ظہار کا اُس میں ایسا کیا تو دونوں ادا ہو گئے۔

مسئلہ : اگر ظہار میں چار مہینے یا اُس سے زیادہ مدت تک صحبت نہ کی اور کفارہ نہ دیا تو طلاق نہیں پڑی، اس سے ایلاء نہیں ہوتا۔

مسئلہ : اگر ہمیشہ کے لیے ظہار نہیں کیا بلکہ کچھ مدت مقرر کر دی جیسے یوں کہا سال بھر کے لیے یا چار مہینے کے لیے تو میرے لیے ماں کے برابر ہے تو جتنی مدت مقرر کی ہے اُتنی مدت تک ظہار رہے گا اور اگر اُس مدت کے اندر صحبت کرنا چاہے تو کفارہ دے اور اگر مدت کے بعد صحبت کرے تو کچھ نہ دینا پڑے گا، عورت حلال ہو جائے گی۔

مسئلہ : ظہار کا لفظ اگر کئی دفعہ کہے جیسے دو دفعہ یا تین دفعہ یہی کہا کہ تو میرے لیے ماں کے برابر ہے تو جتنی دفعہ کہا ہے اُتنے کفارے دینے پڑیں گے۔ البتہ اگر دُوسری اور تیسری مرتبہ کہنے سے خوب مضبوط اور پکے ہو جانے کی نیت کی ہو نئے سرے سے ظہار کرنا مقصود نہ ہو تو ایک ہی کفارہ دے۔

## چند دِیگر مسائل :

مسئلہ : اگر یوں کہا کہ تو میرے لیے ماں کی طرح حرام ہے تو اگر طلاق دینے کی نیت کی ہو تو طلاق پڑے گی اور اگر ظہار کی نیت کی ہو یا کچھ نیت نہ کی ہو تو ظہار ہو جائے گا۔ کفارہ دے کر صحبت کرنا دُرست ہے۔

اور اگر اِیلاء کی نیت کی ہے تو اِیلاء ہو جائے گا۔

مسئلہ : کسی نے اپنی بیوی سے کہا تو میری ماں کے برابر ہے یا یوں کہا کہ تو میرے لیے ماں کے برابر ہے یا تو میرے نزدیک ماں کے برابر ہے یا تو میرے نزدیک ماں کے مثل ہے ماں کی طرح ہے تو دیکھو اِس کا مطلب کیا ہے۔ اگر یہ مطلب لیا کہ تعظیم میں بزرگی میں ماں کے برابر ہے یا یہ مطلب لیا کہ تو بالکل بڑھیا ہے عمر میں میری ماں کے برابر ہے تب تو اُس کے کہنے سے کچھ نہیں ہوا۔ اِسی طرح اگر اُس نے کہتے وقت کچھ نیت نہیں کی اور کچھ مطلب نہیں لیا یوں ہی کہہ دیا تب بھی کچھ نہیں ہوا اور اگر اُس کہنے سے طلاق دینے اور چھوڑنے کی نیت کی ہے تو اُس کو ایک طلاق بائن پڑگئی اور اگر طلاق دینے کی نیت نہیں تھی اور عورت کو چھوڑنا بھی مقصود نہیں تھا بلکہ مطلب فقط اِتنا تھا کہ اگرچہ تو میری بیوی ہے اپنے نکاح سے تجھے الگ نہیں کرتا لیکن اَب تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا تجھ سے صحبت کرنے کو اپنے اُوپر حرام کرلیا بس روٹی کپڑا لے اور پڑی رہ تو یہ ظہار ہوگیا۔

مسئلہ : اگر برابر کا لفظ نہیں کہا نہ مثل اور طرح لفظ کہا بلکہ یوں کہا کہ تو میری ماں ہے یا یوں کہا کہ تو میری بہن ہے تو اِس سے کچھ نہیں ہوا، عورت حرام نہیں ہوئی لیکن ایسا کہنا گناہ کی بات ہے۔

مسئلہ : کسی نے یوں کہا اگر تجھ کو رکھوں تو ماں کو رکھوں یا یوں کہا اگر تجھ سے صحبت کروں تو گویا ماں سے کروں اِس سے بھی کچھ نہیں ہوا۔

مسئلہ : کسی نے کہا تو میرے لیے سُوَر کے برابر ہے تو اگر طلاق دینے اَور چھوڑنے کی نیت تھی تب تو طلاق پڑگئی اور اگر ظہار کی نیت کی تو کچھ نہیں ہوا۔ اِسی طرح اگر کچھ نیت نہیں کی تب بھی کچھ نہیں ہوا۔

مسئلہ : اگر شوہر ظہار کرنے کے بعد کفارہ نہ دیتا ہو اَور اِس طرح بیوی سے صحبت نہ کرتا ہو تو چونکہ چار مہینے میں ایک دفعہ صحبت ہونا عورت کا بعض حضرات کے نزدیک اَز رُوئے قضا بھی حق ہے اَور اَز رُوئے دیانت تو سب کے نزدیک ہے اِس لیے عورت شوہر سے مطالبہ کر سکتی ہے کہ وہ کفارہ ادا کر کے اُس کا حق ادا کرے۔

# اَخبار الجامعہ

﴿ بقلم : محمد انعام اللہ متعلم جامعہ مدنیہ جدید ﴾

☆ ۱۵ ر اکتوبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب محترم مسعود صاحب صدیقی کی دعوت پر اُن کی صاحبزادی کا نکاح پڑھانے کی غرض سے صبح دس بجے اسلام آباد کے لیے روانہ ہوئے، ڈھائی بجے کے قریب جہلم میں جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل مولانا محمد اَرسلان صاحب کی رہائشگاہ پر دوپہر کا کھانا تناول فرمایا، عصر کے قریب حضرت نے اسلام آباد پہنچ کر نکاحِ مسنونہ پڑھایا۔ بعد اَزاں حضرت صاحب کی اسلام آباد آمد پر جامعہ کے فاضل مولانا محمد فیاض صاحب نے حضرت صاحب کو اپنے گھر لے جانے کا اِصرار کیا حضرت اپنے شاگرد کی خواہش پر چند منٹ کے لیے اُن کے گھر تشریف لے گئے۔ بعد اَزاں سات بجے مولانا محمد فیاض صاحب کے گھر سے لاہور کے لیے روانہ ہوئے، رات بارہ بجے بخیریت گھر واپسی ہوئی۔

☆ ۱۶ ر اکتوبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب ''ختمِ نبوت کانفرنس'' میں شرکت کے لیے چناب نگر تشریف لے گئے، دوپہر تین بجے کے قریب حضرت صاحب جلسہ گاہ میں پہنچیں مصروفیت کے وجہ سے زیادہ دیر ٹھہر نہ سکے تھوڑی دیر قیام فرما کر وہاں سے الحاج ایوب نیازی صاحب مرحوم کی تعزیت کے لیے خوشاب روانہ ہوئے۔ مغرب کے قریب حضرت قاری سعید احمد صاحب مدظلہم کے یہاں پہنچے۔ بعد نماز مغرب حضرت صاحب نے مرحوم کے گھر پر اُن کے والد اَور بیٹے فرخ صاحب سے تعزیت کی۔ سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے قاری سعید صاحب اَور ساتھیوں کے مشورے سے اُن کے یہاں جامعہ عربیہ تعلیم الاسلام میں رات قیام کیا جہاں کئی لوگ حضرت صاحب سے بیعت بھی ہوئے۔ صبح ناشتہ کے بعد حضرت صاحب لاہور کے لیے روانہ ہوئے راستہ میں جامعہ کے فاضل مولانا ابوبکر صاحب کی فرمائش پر اُن کے باغ اَور ڈیرے پر تشریف لے گئے چند منٹ قیام فرما کر لاہور کے لیے روانہ ہوئے اَور سب سے پہلے حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی لاہور تشریف آوری کی وجہ سے اُن کی زیارت کے لیے اُن کی قیام گاہ گلبرگ تشریف لے گئے، بعد اَزاں عصر کے قریب بخیریت واپسی ہوئی۔

☆ ۱۸ ر اکتوبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب چکوال کے حضرت قاضی ظہور الحسن

صاحب مدظلہم کی دعوت پر اُن کے مدرسہ میں افتتاحِ بخاری کے لیے روات تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچنے پر مقامی علماء اَور عوام نے حضرت کا پُر جوش استقبال کیا کوڑی خدا بخش کی جامع مسجد میں حضرت صاحب نے بخاری شریف کی پہلی حدیث کا درس دے کر حدیث کی اہمیت اَور غرضیت پر تفصیلی روشنی ڈالی، بیان کے بعد حضرت صاحب نے اُمتِ مسلمہ اور پاکستان اَور اُس علاقے کے لوگوں کے لیے خصوصی دُعا کی شام پانچ بجے روات سے لاہور کے لیے روانہ ہوئے اَور رات ایک بجے بخیریت گھر واپسی ہوئی۔

☆ ۱۹/ اکتوبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب دورۂ حدیث کے طالب علم محمد خبیب کا نکاح پڑھانے کے لیے مانگا روڈ بائی پاس تشریف لے گئے۔

## ''پلی کریے آیا''

﴿ رُودادِ سفر بقلم : مولانا محمد حسین صاحب، مدرس جامعہ مدنیہ جدید ﴾

مذکورہ بالا جملے کو دیکھ کر ہوسکتا ہے کہ کچھ اَحباب اِس کو کتابت کی غلطی تصور کریں کہ یہ چار نکتوں والا کونسا حرف آ گیا، نہیں بھئی یہ کتابت کی غلطی نہیں بلکہ سندھی زبان کا جملہ ہے جس کا تلفظ ''بھلی کرآ'' ہے جو کہ اُردو میں ''خوش آمدید'' عربی میں ''اَھْلًا وَّسَھْلًا مَرْحَبًا'' اَور پنجابی میں ''جی آیانوں'' کے ہم معنٰی ہے۔ اِس جملے کو اپنی رُودادِ سفر کا عنوان بنانے کی وجہ یہ ہے کہ ۱۰/ شوال المکرّم ۱۴۳۰ھ بروز بدھ کو اُستادِ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے ہمراہ اِس ناکارہ کو اَندرونِ سندھ کے سفر کی سعادت نصیب ہوئی۔

سندھ میں جہاں کہیں بھی جانا ہوا حضرت میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی برکت سے وہاں کے لوگ ہمارے میزبان حضرات سب زبانِ حال سے ہمیں کہہ رہے تھے ''پلی کریے آیا'' تو دِل اُن کی اِس محبت سے بہت متاثر ہوا اِسی لیے اُن کے اِس حالِ دل کو اپنے اِس مختصر سفر کی رُوداد کا عنوان بنا ڈالا۔ سفر کا مقصد فخرِ اہلِ سنت وکیلِ صحابہؓ حضرت علامہ علی شیر حیدری رحمہ اللہ کی شہادت پر اُن کے پسماندگان سے تعزیت تھا لہٰذا اِس کے لیے حضرت میاں صاحب نے اِس حقیر فقیر کو بھی شرفِ ہم رَکابی بخشا۔ بلبل کے فخر و مسرت کے لیے یہ کافی ہے کہ ''گل'' سے اُس کا قافیہ مل جائے، کہتے ہیں کہ بہترین شعر وہ نہیں جو دُنیا کو سنانے کے لیے کہے جاتے ہیں بلکہ وہ ہوتے ہیں جو خود اپنے لیے کہے جاتے ہیں۔ بعض اَوقات نثر بھی شاعری کے

اِس معیار سے جانچنے کے قابل ہوتے ہیں۔ فقیر کی اِس رُوداد میں اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے اِس لطف میں زیادہ سے زیادہ اپنے اَحباب کو شریک جان کر سادہ اَور بے تصنع کچھ عرض کرتا ہے۔

ہمارا سفر ١٠ر شوال المکرّم کو علی الصبح رائیونڈ ریلوے اسٹیشن سے بذریعہ ریل شروع ہوا ہماری منزلِ اَوّل روڑی ریلوے اسٹیشن تھی اِس دوران فقیر نے اِس بات کا عملی نمونہ حضرت میاں صاحب میں دیکھا جو بزرگوں کے واقعات میں پڑھتے رہتے تھے کہ ہمارے اَکابر سفر میں ہوں حضر میں ہوں ریل میں ہوں یا جیل میں اپنا وقت بالکل ضائع نہیں کرتے تھے اپنے معمولات میں لگے رہتے تھے۔ حضرت نے بھی ریل کے چلتے ہی اپنے بریف کیس سے جس میں مدرسہ کے کاغذات کا ایک پلندہ تھا نکالا اَور اُس میں مصروف ہوگئے۔ اِسی طرح اپنے باقی ماندہ معمولات حتّٰی کہ کھانا قیلولہ تک بھی اپنے معمول کے مطابق فرمایا۔ ظہر کی نماز کا وضو حضرت میاں صاحب نے اَحقر کے آبائی شہر بہاولپور کے ریلوے اسٹیشن پر فرمایا۔ اِس موقع پر اَحقر اپنے شہر کے متعلق کچھ باتیں حضرت کے گوش گزار کیں۔ اِن میں سے ایک بات یہ عرض کی کہ اِس علاقہ میں ایک بزرگ بابا غلام فریدؒ مٹھن کوٹ والے گزرے ہیں اُنہوں نے اُس وقت کے حکمران کو اپنے ملازم کو معمولی بات پر سزا دینے پر ایک نصیحت کی جو سرائیکی زبان کی جامع اَور مختصر ترین نصیحت سمجھی جاتی ہے اُنہوں نے فرمایا کہ ''زِیر بن زَبر نہ بن متاں پیش پوندی ہووے'' یعنی زیر بن (نیچے رہو) زَبر نہ بن (متکبر نہ بن) کہیں کوئی مصیبت نہ آجائے، ''پیش'' سرائیکی زبان میں مصیبت کو کہتے ہیں۔

بہرحال ہم عصر کے بعد روڑی جنکشن پر اللہ کے فضل سے پہنچ گئے وہاں اَمروٹ شریف کی خانقاہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا سیّد سراج احمد شاہ صاحب دامت برکاتہم مع اپنے دو فرزندوں کے حضرت میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے استقبال کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے نیز جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل مولانا محمد شاہد صاحب بھی شکارپور سے اپنی گاڑی لے کر آئے ہوئے تھے۔ بڑی گرم جوشی سے حضرت میاں صاحب کا استقبال فرمایا اَور زبانِ حال اَور زبانِ قال سے فرمایا ''بلی کریے آیا''۔

حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ کے مدرسے جانے کے لیے اسٹیشن سے خیرپور حضرت سیّد سراج احمد شاہ صاحب مدظلہ کی سواری پر روانگی ہوئی تو راستے میں ٹھیڑی کے مقام پر جو کہ کھجور کی بہت بڑی منڈی ہے مغرب کا وقت ہوا تو نماز کی اَدائیگی کے لیے حضرت سید سراج احمد شاہ مدظلہم نے فرمایا کہ ٹھیڑی میں ایک قدیم مدرسہ

ہے جوکہ میرا مادرِ علمی بھی ہے وہاں جایا جائے لہٰذا وہاں پہنچے تو مغرب کی جماعت تیار تھی نمازِ مغرب کی اَدائیگی کے بعد اہلِ مدرسہ کی خواہش پر واپسی میں اُن کے یہاں کھانے کا پروگرام بناتے ہوئے خیر پور کی طرف سفر شروع کر دیا وہاں پہنچنے پر حضرت علی شیر حیدریؒ کے جانشین اَور مدرسہ کے موجودہ مہتمم حضرتؒ کے بھائی مولانا ثناء اللہ حیدری صاحب سے ملاقات ہوئی، مولانا ثناء اللہ صاحب حضرت میاں صاحب کے وہاں پہنچنے پر بہت خوش ہوئے اَور اِس کو اپنے حوصلہ بڑھنے کا ذریعہ فرمایا۔ حضرت میاں صاحب نے تعزیتی کلمات فرماتے ہوئے ایک کلمہ اِرشاد فرمایا کہ ''ہر جانے والی چیز کا بدل اللہ تعالیٰ ہے''۔ یہ ایسا کلمہ ہے کہ بڑے سے بڑا غم بھی اِس سے ایسے ہلکا ہو جاتا ہے جیسے کسی نے جلتے دِل برف کی سل رکھ دی ہو، وہاں سے اُٹھے تو مولانا علامہ علی شیر حیدریؒ کی قبر مبارک پر جو کہ مدرسہ کے داخلی راستہ کے ساتھ ہی برلبِ سڑک واقع ہے جانا ہوا۔ وہاں قبر پر رحمت و برکت کا کیا کہنا کہ میرے جیسا کورچشم بھی محسوس کیے بنا نہ رہ سکا۔ واپسی پر عشاء کی نماز ٹھیڑی کے مدرسہ دارالہدیٰ میں اَدا کی وہاں کے مہتمم جناب سیّد حمدُ اللہ صاحب کھانے پر حضرت میاں صاحب کے منتظر تھے ماشاء اللہ اُنہوں نے پُرتکلف دعوت کا اِنتظام کر رکھا تھا۔

کھانے کے بعد گفتگو کی مجلس ہوئی جس میں بہت سارے اَحباب شامل تھے مولانا سیّد حمدُ اللہ صاحب نے میاں صاحب کو بتایا کہ یہ مدرسہ ۱۹۰۲ء قائم ہوا تھا حضرت اَمروٹیؒ نے اِس کی بنیاد رکھی تھی۔ ۱۹۶۳ء میں شیعوں نے اِس پر بہت بڑا حملہ کیا تھا تقریبًا دس ہزار کے قریب اُس حملہ میں شامل تھے۔ یہ واقعہ اُس علاقہ میں ''بدرِ ثالث'' کے نام سے مشہور ہے اَور یہی سن حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ کی پیدائش کا ہے۔ اِس مجلس کے بعد رات سکھر میں قیام ہوا۔ صبح ۱۱ رشوال المکرّم کو منزل گاہ جامعہ حمادیہ مظاہر العلوم حضرت مولانا محمد مراد ہالیجوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے ملاقات کے لیے جانا ہوا وہاں سے فارغ ہو کر شکار پور کی طرف سفر شروع کیا تو راستے میں محبوب گوٹھ کے مقام پر حضرات صحابہ کرامؓ کی قبور پر حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ وہاں اہلِ علاقہ کا کہنا ہے کہ تین صحابہ کرامؓ مدفون ہیں ایک صحابی کی قبر ظاہر ہے باقی پوشیدہ ہیں۔ حضرت میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے وہاں کچھ دیر مراقبہ فرمایا فاتحہ خوانی فرمائی۔ اُس کے بعد اگلی منزل جو شکار پور میں حضرت قاری محمد علی صاحب مدنی مدظلہم کا مدرسہ دارالقراءت تھا روانگی ہوئی۔

حضرت قاری صاحب تقریبًا چالیس سال پہلے جامعہ مدنیہ ایک جلسہ پر تشریف لائے تھے اُنہوں

نے وہاں تلاوت فرمائی تھی حضرت میاں صاحب کو وہ تلاوت اَور وہ آیات تک یاد تھیں جو قاری صاحب نے تلاوت فرمائی تھیں۔ قاری صاحب حضرت میاں صاحب سے مل کر بہت خوش ہوئے اَور پھر حضرت میاں صاحب کی فرمائش پر قرآن پاک کی تلاوت روایاتِ متواترہ میں پڑھ کر سنائی۔ وہاں سے فراغت کے بعد حضرت میاں سراج احمد صاحب نے حضرت میاں صاحب سے اِجازت چاہی اَور ہمیں ہمارے میزبانِ ثانی مولانا محمد شاہد صاحب کے حوالے کیا۔ وہاں سے ہم مولانا محمد شاہد صاحب کی گاڑی میں اُن کے قصبہ ''خان پورتمباکو'' والا آئے۔ جہاں پر اُن کی مسجد علی معاویہؓ اَور مدرسہ جامعۃ الحسنین میں حضرت میاں صاحب نے دُعا فرمائی اَور بہت سارے اہلِ علاقہ وہاں حضرت کی زیارت اَور دُعا کروانے کے لیے حاضر ہوئے۔ جناب حاجی کاظم علی صاحب اَور بھائی محمد سلیم صاحب و دیگر حضرات نے حضرت میاں صاحب سے ملاقات کی اَور دُعا کروائی۔

ظہر کی نماز کی اَدائیگی کے بعد مولانا شاہد صاحب کے ساتھ صادق آباد روانگی ہوئی۔ صادق آباد میں جامعہ مدنیہ جدید کے طالب علم عبداللہ لغاری حضرت میاں صاحب کے منتظر تھے وہ حضرت کو اپنے مدرسہ رحیم آباد اَور لغاری کیٹل فارم پر دُعا کروانے کے لیے لے جانا چاہتے تھے لہٰذا وہ گاڑی لے کر سوہترا چوک کے قریب آگئے۔ وہاں سے مولانا شاہد صاحب واپس ہوگئے اَور ہم حضرت میاں صاحب کے ساتھ عبداللہ لغاری کی میزبانی میں اُن کے مدرسہ گئے اَور اُنہوں نے حضرت کو مدرسہ دِکھلایا اَور دُعا کروائی اُس کے بعد عبداللہ لغاری اپنے کیٹل فارم پر حضرت کو دُعا کے لیے لے گئے۔ وہاں حضرت میاں صاحب نے عصر کی نماز اَدا فرما کر کیٹل فارم کا دَورہ کیا اَور دُعا فرمائی، مغرب کی نماز کی اَدائیگی فرمانے کے بعد صادق آباد آئے اَور وہاں سے بذریعہ ڈایئو بس لاہور کے لیے واپسی ہوئی۔ ۷ ارشوال المکرّم کو صبح ۹ بجے کے قریب الحمد للہ بخیریت و عافیت محمد آباد واپسی ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ اِس سفر کو محض اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے اور حضرت کے ساتھ اِس سفر میں جو برکات نصیب ہوئیں اللہ اُن کی قدردانی کی توفیق نصیب فرمائے آمین کہ بقول حضرت اُستاذِ محترم مولانا محمد حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ ''اللہ والوں کی جوتیوں میں وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں بھی نہیں ملتے۔'' ✡ ✡ ✡

# جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ
# کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ - 35330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ - 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+ V فون نمبر : 36152120 - 42 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)